بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعمیرِ حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰ اگست ۱۹۹۵ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

جلد نمبر ۳۲

شمارہ نمبر ۱۹

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا نذرالحفیظ ندوی
مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی

زرِ تعاون

سالانہ	۱۰۰ روپے
فی شمارہ	۵ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک	
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک	۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک	
بحری ڈاک جملہ	۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن دپیغام سلپ پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے ——— منیجر

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی 226007

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے شائع کیا

طاقتور مومن کی فضیلت

(۴)
ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچر ٹریننگ کالج حائل السعودیہ
ترجمہ ——— شمس الحق ندوی

حدیث پاک کا ہمہ گیر مفہوم

آپ صلی اللہ نے مومن قوی کے مفہوم کی وضاحت ایک اور انداز سے فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "دوسرے کو پچھاڑ دینے والا طاقتور نہیں" صحابہؓ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ پھر کون طاقتور ہے؟ آپؐ نے فرمایا! جو شخص غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے وہ ہے طاقتور۔[۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان سارے ہی مفہوموں کے اعتبار سے مومن قوی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اس مومن سے جو کمزور ہو[۲]۔ لیکن حدیث کے الفاظ میں (وفی کل خیر) "کل" (یعنی ہر ایک) کے لفظ کو نکرہ لانا اور تنوین لگانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بھلائی دونوں ہی میں ہے کہ دونوں ہی صاحب ایمان ہیں اور کمزور مومن بھی اپنے ضعف کے ہوتے ہوئے بہت سے ان نیک کاموں میں مشغول ہوتا ہے جو قوی نہیں کرتا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مومن جسمانی طور پر تو کمزور ہوتا ہے لیکن اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے، اس کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی وہ دیکھنے میں تو نحیف و کمزور ہوتا ہے لیکن فکری اور تحریری صلاحیت میں بہت فائق ہوتا ہے جس سے دین کی خدمت کرتا ہے (جس کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث میں مروی ہے کہ علماء کے قلم کی روشنائی شہداء کے خون کے برابر ہوگی)۔

حدیث پاک کے الفاظ (وفی کل خیر) ہر ایک میں بہتری ہے۔ خیر کے اسی مفہوم اور اسی طرح کے دوسرے معانی پر مشتمل ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ "جس چیز سے تم کو نفع پہونچے اس کے جویا اور خواہاں رہو اور مدد اللہ سے چاہو" اس میں جلدی نہ مچاؤ، یہ حریص بنو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فضل کے طلب گار بنے رہو، اور اپنی اس طلب میں مدد اللہ تعالیٰ ہی سے چاہو، عبادت و فضلِ خداوندی طلب کرنے میں کمزوری اور سستی نہ دکھاؤ۔ مومن قوی کی پہچان یہ ہے کہ اپنے فرائض و حقوق ادا کرنے میں چاق و چوبند ہو، ادائیگی حقوق کی حرص اور اس کا شوق رکھتا ہو، اس لئے کہ شوق و رغبت کمزوری اور سستی کا مقابلہ کرتے ہیں، ان وسائل و اسباب کو اپنانے کے بعد افسوس کرکے نہ شرمندہ ہو کر شیطانی وسوسوں کا دروازہ کھل جائے اور کہے "اگر میں نے کوشش کی ہوتی تو ایسا ہو جاتا ویسا ہو جاتا لیکن اللہ کی مرضی جو چاہا کیا۔" "اگر" کہنا شیطان کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے)۔

قاضی عیاض نے اس سلسلہ میں ذرا وضاحت کی ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ "اگر" کہنے کی یہ ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو اس پر یقین کرکے کہے کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو ایسا ضرور ہو جاتا" لیکن جو شخص اس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر محمول کرتے ہوئے کہے اس کو وہی چیز پہونچ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر فرمادی ہے تو اس کا "اگر" کہنا اس میں نہ شمار ہوگا کہ اگر شیطان کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے۔ حدیث کے الفاظ دنیا و آخرت دونوں قسم کی بھلائیوں پر مشتمل ہیں۔[۳] اور نفع بخش امور دو طرح کے ہوتے ہیں دینی اور دنیاوی اور بندہ دونوں ہی کا محتاج ہے۔ بہر دو صورت بندہ کی سعادت اور توفیق کا مدار نیک کاموں اور عبادت کے سلسلہ میں اس کی کوششوں پر ہے جب کہ اپنی کوشش میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا بھی طالب ہو، حاصل یہ کہ جب بھی بندہ اس عمل کو اس قید استعانت کے ساتھ اپنائے گا۔ اس میں اس کو کامیابی حاصل ہوگی اور اگر ان تین باتوں میں سے کسی بات کی کمی ہوگی تو وہ بھلائی سے محروم ہو جائے گا اور جو ان نفع بخش چیزوں کا حریص نہ ہوگا بلکہ سستی و کاہلی کا شکار ہوگا تو ناکام و نامراد رہے گا۔[۴]

اس حدیث سے عصرِ حاضر میں کیا رہنمائی ملتی ہے

- مومن قوی کا مطلب ہے ایمان میں پختگی، بدن میں مضبوطی، اپنی سوچ و فکر میں بیدار مغزی، اسی طرح مالی طور پر خود کفیل بلکہ کفالت کرنے کی اہلیت رکھنے والا، غرض یہ کہ ہر اس صلاحیت و استعداد کو حاصل کرے جو امتِ مسلمہ کو فائدہ پہونچا سکے۔
- حدیث سے مومن کی قوت کی پہچان یہ معلوم ہوئی کہ وہ ان وسائل کے حصول کا حریص اور اس کے لئے ہر وقت متحرک و چاق و چوبند رہتا ہے جو ملک و ملت کے لئے مفید ہوں۔
- حدیث سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ بندۂ مومن کو بے کسی اور دوسروں کے سامنے کمزوری ظاہر کرنے سے بہت بلند رہنا چاہئے، ایسے ہی اضمحلال و پژمردگی سے بھی دور رہنا چاہئے تاکہ اس کی زندگی بہادری و جوانمردی، زندگی و زندہ دلی کی جیتی جاگتی مثال ہو جسے دیکھ کر دوسرے بھائیوں کا بھی حوصلہ بڑھے۔
- حدیث سے بندۂ مومن کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی معلوم ہوئی

(باقی ص ۳۰ پر)

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	احتساب نفس	ع۔ ع۔ ن	۵
۳	امت کے وفود.....	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۶
۴	نئی منطق نئی اصطلاحیں	مولانا واضح رشید ندوی	۱۱
۵	مدارس کے ذمہ داروں....	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۱۴
۶	رپورٹ معتمد تعلیمات	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۶
۷	رپورٹ مہتمم دارالعلوم	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۹
۸	روم میں اسلامی مرکز	ترجمہ، مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۳
۹	تاریخ دعوت و عزیمت ۳	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۴
۱۰	چیچنیا کے روسی یرغمالی	ریاض الدین احمد	۲۷
۱۱	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۸
۱۲	پیام انسانیت فورم کا جلسہ	(رپورٹ)	۲۹
۱۳	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/ روپئے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan-)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

احتساب نفس

ع۔ ع۔ ن

حکیم محمد اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ الہند اور حضرت مدنیؒ اور ان کے علاوہ دو چار نام..... رہ گئے ہوں تو ان کا اضافہ کر لیجئے، جنگ آزادی میں ان کے قائدانہ کردار پر فخر کیجئے، علمائے دین نے انگریز حکمرانوں کے ہاتھوں جو ظلم و ستم برداشت کئے، پھانسی پر چڑھے، جیلیں کاٹیں، ذلتیں برداشت کیں، انھیں جتنی بار چاہئے دہرا لیجئے، ان کی جفاکشی، صبر و عزیمت کی داستانیں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ رکھئے تاریخ کے چوکھٹے میں ان کو مناسب جگہ دیجئے۔

لیکن ان کے کارنامے آپ کے لئے زرِ نقد کا کام نہیں دے سکتے، جن کو آپ سکۂ رائج الوقت کے طور پر استعمال کریں، برادران وطن یا دوسری قومیں ان بزرگانِ سلف کی خدمات کا عوض موجودہ نسل کو دیں یہ مطالبہ غلط ہی نہیں مضحکہ خیز اور رسوا کن بھی ہے۔

اصغر علی محمد علی تاجران عطر، لکھنؤ کے بڑے نامور تاجر تھے۔ ان کے کارخانہ کی مہر کسی عطر کی شیشی پر ہو تو وہ خوشبو کی ضمانت سمجھی جاتی تھی اس کارخانے کے خس، گلاب، سہاگ موتیا کا نام ہی سنتے شامۂ تصور عطر آگیں ہو جایا کرتا تھا۔ وقت کے رؤسا اور جاگیر دار ہی نہیں ایک والی سلطنت بھی اس ایوان عطر میں قدم رنجہ فرما چکے تھے۔ لیکن آج اگر وہاں کا کوئی کارندہ آپ کو قرابے اور شیشیاں دکھائے کہ ان میں وہ عطر رکھے گئے تھے جن کی پورے ملک میں بلکہ ملک کے باہر بھی دھوم تھی، اب صرف اتنا فرق آگیا ہے کہ اب وہ عطر تو نہیں رہے پانی رہ گیا ہے، بیچ بازار میں کون ایسا گاہک ہوگا جو اس عطر کے قائم مقام پانی کو کوئی اہمیت دے۔

لیکن ہم مسلمان یہی مطالبہ دنیا سے کر رہے ہیں، ہمارے ہر سیاسی و اجتماعی پلیٹ فارم سے یہی آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ ہم نے اس ملک کو آزاد کرایا ہے، ہماری قربانیاں کسی سے کم نہیں ہیں۔ اور "ہم" کا مطلب اپنے اجداد کے معاصر مجاہدانِ آزادی۔

اس مادی دنیا میں آپ کا راس المال کیا ہے؟ کوئی خاص ہنر؟ نادر تعلیم؟ بیش بہا علمی تجربہ؟ ایمانداری؟ وقت کی پابندی؟ وعدہ کا پاس؟ حرام حلال کی تمیز؟ یا صرف نعرہ، کھوکھلا بے جان اور بے وقت۔ جواب کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں آئینہ روبرو ہے جدھر چاہے دیکھ لیجئے۔

یہ سب کچھ نہ سہی صرف اتنا ہوتا کہ تمام کلمہ گو متحد ہوتے، ان کا سیاسی وزن ہوتا، جدھر جھکتے ادھر حکومتیں جھک جاتیں، الکشن ہی کے زمانے میں نہیں بلکہ ہر حکومت اپنے پورے دورِ حکومت میں آپ کا وزن محسوس کرتی، مگر عملاً صورت حال کیا ہے، جتنے سر اس قدر افکار و آراء، اور جتنی رائیں اسی تعداد میں پارٹیاں اور تنظیمیں اور ہر تنظیم میں شگاف، ہر پارٹی کے اندر پاکٹس (POCKITS)۔

آخر سنت الٰہی بھی کوئی چیز ہے؟ قانون تکوینی کا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ علت و معلول کے ابدی نظام سے انبیائے کرام بھی مستثنیٰ نہیں رہے ہیں۔

"بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ" بلکہ انسان کو اپنی ذات پر آگاہی ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی حیلے حوالے کرے۔

پاسبانِ حرم آج بابری مسجد کو رو رہے ہیں، بیت المقدس کی داستان الم سنا رہے ہیں۔ بوسنیا اور ہرسک کی ٹھنڈی لاشوں پر کھڑے تجاویز پاس کر رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہوگا، مغضوب قوم کی سازشیں اور گمراہ قوم کے وسائل، اور گرد و پیش کے زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کی نیش زنی اور ان کی گھاتیں کیا رنگ لائیں گی ہم سب سے بے فکر ہو کر ایک دھن میں مست ہیں کہ ہم خلاق آئین جہاں بانی تھے ہمارے اسلاف گردوں سے تارے توڑ لاتے تھے اور یہ کہ

وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

اُمت کے وفود آقا کے حضور میں!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مورخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے، مقدس سے مقدس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی یہ تاریخی ذوق اور طرزِ فکر ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وہ چند لمحات کے لیے بھی اس سے آزاد نہیں ہو پاتے، وہ جہاں بھی ہوتے ہیں اپنے علم و مطالعہ کی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں مناظر کو دیکھ کر ان کا ذہن بہت جلد اس تاریخی منظر کی تلاش میں نکل جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ان مناظر کا وجود اور نمود ہے۔

میں کل مسجد نبوی میں روضۂ جنت میں بیٹھا ہوا تھا، میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گذاروں کا کثیر مجمع تھا۔ ان میں کچھ لوگ سجدے میں تھے اور کچھ رکوع میں تلاوت قرآن کی آوازیں فضا میں اس طرح گونج رہی تھیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں بھنبھنا رہی ہوں اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی دیر کے لیے فراموش کر دینا چاہئے تھا، لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا ان پر کوئی زور نہ چل سکا۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس امت کی بعض نامور شخصیتوں اور رہنماؤں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وہ وفود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد اسی عظیم نبی کو ہدیۂ سلام اور خراجِ عقیدت و محبت پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں، اور باوجود اس کے کہ وہ مختلف زمانوں، مقامات اور طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں، سب یک زبان ہو کر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جنھوں نے اللہ کے حکم سے ان کو ظلمت سے روشنی کی طرف، تیرہ بختی سے خوش بختی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خدائے واحد کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف اور دنیا کی تنگی سے اس کی کشادگی کی طرف منتقل کیا، وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں اور ان کا سارا وجود اور زندگی نبوت کی مرہونِ منت ہے، اگر خدانخواستہ ان سے وہ سب واپس لے لیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نبیؐ کے ذریعہ عطا کیا تھا اور نبوت کے وہ عطیے ان سے چھین لیے جائیں جنھوں نے دنیا میں ان کو عزت و سرفرازی بخشی تھی، تو ان کی حیثیت ایک بے روح اور بے جان ڈھانچے اور چند مبہم اور بے مقصد خطوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وہ تاریخ کے اس تاریک ترین عہد کی طرف واپس چلے جائیں گے جہاں جنگل کے قانون اور ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا اور موجودہ تہذیب و تمدن کا ـــــ نام و نشان تک مٹ جائے گا۔

اچانک میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی، میں نے دیکھا کہ باب جبرئیلؑ سے (جو مجھ سے زیادہ قریب تھا) ایک جماعت داخل ہو رہی ہے سکون و وقار میں ڈوبے ہوئے لوگ ان کی پیشانی سے علم کا نور اور ذہانت کا وفور صاف عیاں تھا۔ وہ باب الرحمۃ اور باب جبرئیل کے درمیانی حصہ میں پھیل گئے۔ وہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ ان کے شمار کا کوئی سوال نہیں تھا، میں نے دربان سے پوچھا کہ:- یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کہ:-

اس امت کے امام اور رہنما انسانیت کے محسن اور نوعِ انسانی کے ممتاز اور قابلِ فخر نمونے ہیں، ان میں سے ہر ایک پوری پوری قوم کا امام، پورے کتب خانہ اور مکتبِ فکر کا بانی اور مؤسس، پوری نسل کا مربی اور مستقل علوم و فنون کا موجد ہے ان کے لازوال آثار اور لافانی شاہکار اور نمونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، ان کے علم و اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی کئی نسلوں نے سفرِ زندگی طے کیا ہے اس نے عجلت کے ساتھ چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیئے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، لیث بن سعد مصری، امام اوزاعی، امام بخاری، امام مسلم تقی الدین بن تیمیہ، ابن قدامہ، ابواسحاق الشاطبی، کمال بن ہمام، شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اگرچہ ان شخصیتوں میں اپنے زمانہ اور اپنے ملک و وطن اور اپنی علمی و دینی حیثیتوں اور مراتب کا بڑا فرق تھا لیکن ان سب نے اس موقع پر بارگاہِ نبویؐ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور اشکِ ندامت نذر کئے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے انھوں نے تحیۃ المسجد کا دوگانہ بہت خشوع و خضوع اور حضوریِ قلب کے ساتھ ادا کیا، پھر بہت ادب اور تواضع کے ساتھ مرقدِ مبارک کی طرف بڑھے، اور بہت جچے تلے، مختصر، معانی سے لبریز، گہرے اور پُر مغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں رقت، وہ کہہ رہے تھے۔

"یا رسول اللہ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور اس کے وہ اُصول نہ ہوتے جن سے انسانی ذہن

اور انسانی صلاحیت نے نئے نئے گل بوٹے پیدا کئے، اور دنیا کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھولوں سے بھر دیا اور اس کا وہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام نہ ہوتا جس نے انسانی فکر و تدبر اور اخذ و استنباط کی صلاحیت کو پیدا کر دیا اور اگر وہ انسانیت کی ایک اہم ضرورت نہ ہوتی تو نہ اس عظیم فقہ کا کوئی وجود ہوتا نہ یہ عظیم اسلامی قانون وجود میں آتا جس سے اس وقت تک ہر قوم کا دامن خالی ہے، نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ پیدا ہوتا جس کے سامنے دنیا کا سارا مذہبی لٹریچر ہیچ ہے۔ اگر علم کی اشاعت اور خدا کی نشانیوں اور اس کی قدرت کاملہ میں غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی آپ نے ایسی پر زور دعوت نہ دی ہوتی تو یہ شجرِ علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لا سکتا اور نہ اس کا سایہ تمام دنیا پر ایسا محیط ہوتا جیسا کہ آج نظر آ رہا ہے، عقل انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دنیا روشنی سے محروم"

میں اس جماعت کو جی بھر کر دیکھ نہ سکا تھا کہ میری نظر ایک دوسرے گروہ پر پڑی جو باب الرحمۃ سے ہو کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا، صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادات کے آثار ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھے، مجھے بتایا گیا کہ اس جماعت میں حسن بصریؒ عمر بن عبدالعزیزؒ، سفیانؒ ثوری، فضیل بن عیاض، داؤد الطائی، ابن السماک، شیخ عبدالقادر جیلانی، نظام الدین اولیاء اور عبدالوہاب المتقی جیسے حضرات بھی رونق بخش ہیں جنھوں نے اپنے قابلِ رشک پیشرووں کی یاد تازہ کر دی، نماز کے بعد یہ لوگ بھی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے نبیؐ و پیشوا اور سب سے بڑے معلم اور رہنما کو درود و سلام کا تحفہ پیش کرنے لگے، وہ کہہ رہے تھے۔

"یا رسول اللہ! اگر ہمارے سامنے وہ عملی مثال نہ ہوتی جو آپ نے پیش فرمائی تھی، اور وہ بیانۂ زہد نہ ہوتا جس کو آپ نے بعد کے آنے والوں کے لیے قائم فرمایا تھا، اگر آپ کا یہ قول نہ ہوتا کہ "اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے" اگر آپ کی یہ وصیت نہ ہوتی کہ "دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جس طرح کوئی مسافر یا راہی زندگی گزارتا ہے،" اگر زندگی کا وہ طرز نہ ہوتا جس کا ذکر حضرت عائشہؓ نے اس طرح کیا ہے کہ "ایک چاند کے بعد دوسرا چاند اور دوسرے کے بعد تیسرا چاند نکل آتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، نہ چولھے پر دیگچی چڑھانے کی نوبت آتی تھی" تو ہم دنیا پر اس طرح آخرت کو ترجیح نہ دے سکتے، اور نہ ہم محض گذارہ پر بسر کر سکتے اور نہ قناعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا سکتے۔ نہ ہم نفس کی ترغیبات پر قابو پا سکتے، اور نہ دنیا کے حسن و جمال اور اس کی رعنائی و زیبائی اور عہدہ و منصب کی طاقت اور کشش کا اس طرح مقابلہ کر سکتے"۔

ان کے حکیمانہ الفاظ ابھی پوری طرح میرے دل و دماغ میں پیوست بھی نہ ہوئے تھے کہ میری نظر ایک اور گروہ پر پڑی جو باب النساءؓ سے بہت لحاظ اور ادب کے ساتھ گزر رہا تھا، ظاہری آرائش اور آزادی کے ان مناظر سے جو اسلامی اصول و آداب کے منافی ہیں، یہ گروہ بالکل محفوظ اور خالی تھا، یہ مختلف قوموں اور دور دراز ملکوں کی صالح، عبادت گذار اور عفیف خواتین تھیں جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتی تھیں، بہت دبی زبان میں اور پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے وہ اپنے جذباتِ تشکر و عقیدت کا اظہار اس طرح کر رہی تھیں:-

"ہم آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں، یا رسول اللہ! اپنے طبقہ کا درود و سلام جس پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے، آپ نے ہم کو خدا کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات و روایات، سوسائٹی کے ظلم اور مردوں کی زور دستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے آپ نے وراثت میں ہم کو شریک کیا اور اس میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصہ دلایا، یوم عرفہ کے مشہور تاریخی خطبہ میں بھی آپ نے ہمیں فراموش نہیں کیا، اور کہا کہ "عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کے نام کے واسطے سے حاصل کیا ہے" اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے طبقہ کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزا دے جو انبیاء و مرسلین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو دی جا سکتی ہے۔"

یہ نرم آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں کہ ایک اور جماعت نظر آئی جو باب السلامؓ کی طرف سے آ رہی تھی، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ علوم و فنون کے موجد اور مرتب ائمۂ نحو و لغت و بلاغت کی جماعت تھی۔ اس میں ابوالاسود الدئلیؒ، خلیل بن احمد، سیبویہ، کسائی، ابوعلی الفارسی، عبدالقاہر الجرجانی، السکاکی، مجدالدین فیروز آبادی، سید مرتضیٰ بلگرامی ..... بھی تھے، جو اپنے علوم کا سلام پیش کر رہے تھے اور اپنی شہرت اور مرتبۂ علمی کا خراج ادا کرنے آئے تھے، میں نے دیکھا وہ بہت بلیغ اور ادبی الفاظ میں اس طرح گویا ہیں۔

"یا رسول اللہ! اگر آپ نہ ہوتے اور یہ مقدس کتاب نہ ہوتی جو آپ پر نازل ہوئی اگر آپ کی احادیث نہ ہوتیں اور یہ شریعت نہ ہوتی جس کے سامنے ساری دنیا نے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا اور وہ

اس کی وجہ سے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے پر مجبور تھی تو پھر یہ علوم بھی نہ ہوتے جن میں آج ہم کو امامت و قیادت کا شرف حاصل ہے، نحو، بیان اور بلاغت ان میں سے کسی چیز کا بھی وجود نہ ہوتا، نہ یہ بڑی بڑی معاجم اور لغات نظر آتیں، نہ عربی زبان کے مفردات میں نکتہ آفرینیاں اور دقیقہ سنجیاں ہوتیں، نہ ہم اس راستہ میں اتنی زبردست اور طویل جد و جہد کے لیے تیار ہوتے، (جس کے یہاں زبانوں اور بولیوں کی کوئی کمی نہ تھی) عربی سیکھنے اور اس پر عبور حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہوتی اور نہ ان میں وہ مصنفین اور اہل قلم پیدا ہوتے جن کی ادبیت و زبان دانی کا اہل زبان نے بھی لوہا مان لیا، یا رسول اللہ! آپ ہی ہمارے درمیان اور اسلام میں پیدا ہونے والے ان علوم کے درمیان واسطہ اور رابطہ تھے جو آپ کی بعثت کے بعد وجود میں آئے، درحقیقت صرف آپ ہی عرب و عجم میں رابطہ کا ذریعہ ہیں، آپ ہی کی ذات ہے جس نے اس درمیانی خلا کو پر کیا اور عرب و عجم اور مشرق و مغرب کو گلے ملا دیا، اور شیر و شکر بنا دیا۔ آپ کا کتنا احسان ہے، ہماری اس ذہانت، طباعی اور تبحر علمی پر، اور آپ کا کتنا کرم ہے علم کی اس دولت پر، انسانی عقل کی زرخیزی پر، اور قلم کی گلکاری پر، یا رسول اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو یہ عربی زبان بہت سی اور زبانوں کی طرح صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جاتی، اگر قرآن مجید کا غیر فانی صحیفہ اس کا پاسبان نہ ہوتا تو اس میں اتنا تغیر و تبدل ہو جاتا کہ اس کی صورت ہی مسخ ہو جاتی، اور وہ ایک نئی زبان بن جاتی۔ جیسا کہ بکثرت دوسری زبانوں کے ساتھ ہوا ہے، عجمی الفاظ اور مقامی زبانیں اس کو جذب کر لیتیں اور اس کی صحت و اصلیت یکسر ختم ہو جاتی، یہ آپ کے وجود مبارک ــــ، شریعت اسلامی، اور اس کتاب مقدس کا فیض ہے جس نے اس زبان کو فنا کی دستبرد سے محفوظ رکھا ہے اور عالم اسلام کے لیے اس کی عزت و محبت واجب کر دی ہے اور ہر مسلمان کے دل کو اس کا اسیر محبت بنا دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو دوام بخشا اور اس کے بقا و ترقی کی ضمانت کی، اس لئے ہر اس شخص پر جو اس زبان میں بات کرتا ہے یا لکھتا ہے یا اس کی وجہ سے کوئی بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے یا اس کی دعوت دیتا ہے آپ کا احسان ہے، اور وہ اس احسان کا کبھی منکر یا اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔"

میں ان کے اس تشکر و اعتراف اور اظہار حقیقت کو غور سے سن رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ باب عبد العزیزؒ پر جا کر ٹھہر گئی۔ اس دروازے سے ایک ایسا گروہ داخل ہو رہا تھا، جس پر مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے رنگ نمایاں تھے، اس میں دنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہ اور فرمانروا شامل تھے، ہارون رشید، ولید بن عبد الملک ملک شاہ سلجوقی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی ظاہر بیبرس، سلیمان اعظم، اورنگ زیب عالمگیر بھی اس گروہ میں شامل تھے، انھوں نے اردلیوں اور چوبداروں کو دروازہ کے باہر ہی چھوڑ دیا تھا، اور نظریں جھکائے ہوئے تواضع و انکسار کا مجسمہ بنے ہوئے بہت آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ میری نظر کے سامنے ان سب کی شخصیتیں اور کارنامے ابھرنے لگے، میری آنکھوں میں اس طویل و عریض دنیا کا نقشہ پھر گیا جس پر ان کا سکہ چلتا، ان کا ڈنکا بجتا تھا، ان کی بادشاہی اور فرمانروائی کی تصویر یکایک میرے سامنے آ گئی جو ان کو دنیا کی بڑی بڑی قوموں، طاقتور سلطنتوں اور جابر بادشاہوں پر حاصل تھی (ان میں وہ ہستی بھی تھی جس نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر یہ تاریخی جملہ کہا تھا "تو جہاں چاہے جا کے برس، تیرا خراج آخر کار میرے ہی خزانہ میں آئے گا"۔ وہ شخص بھی تھا جس کی سلطنت کی وسعت کا عالم یہ تھا کہ اگر سب سے تیز رفتار سانڈنی سوار سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا چاہتا تو یہ ۱۵ ماہ سے کم میں ناممکن تھا۔ ان میں وہ فرمانروا بھی تھے جو نصف کرۂ ارضی پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کو خراج پیش کرنے پر مجبور تھے، ایسے فرمانروا بھی تھے، جن کی ہیبت سے سارا یورپ لرزہ براندام تھا، اور جن کے زمانہ میں مسلمانوں کو عزت کا یہ مقام حاصل تھا، کہ جب وہ یورپ کے ملکوں میں جاتے تھے تو ان کے دین کے احترام اور ان کے غلبہ و سطوت کے اثر سے گرجوں کے گھنٹے بجنا بند ہو جاتے تھے[9] غرض اسی طرح کے نہ جانے کتنے بادشاہ اور فرمانروا اس مجمع میں موجود تھے، وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے لیے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے، اور حضورؐ کو درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے، اور اس کو اپنے لیے سب سے بڑا شرف و اعزاز اور سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے، اور تمنا کرتے تھے کہ کاش ان کی یہ نماز اور یہ درود و سلام قبول ہو جائیں، دیکھا کہ وہ لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، ان کے دلوں پر ہیبت طاری تھی، یہاں تک کہ وہ "صفہ" کے نزدیک پہونچ گئے جو فقرائے صحابہؓ کا مسکن اور جائے قیام تھا، وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں رک گئے اور عزت و احترام اور شرم و حیا کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس جگہ کو دیکھنے لگے جو کبھی ان فقراء و مساکین کا ٹھکانا تھا جن کے قدموں کی خاک کو یہ اپنی آنکھ کا سرمہ بنانے کو تیار ہیں، اس کے قریب ہی انھوں نے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں اور قبر مبارک کی طرف بڑھے اور پھر ان کی محبت و عقیدت جذبات و احساسات اور علم و ایمان نے جو کچھ کہلوایا وہ انھوں نے اس بارگاہ نبوی میں عرض کیا، لیکن

شریعت کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اور توحید خالص کو پیش نظر رکھ کر۔

میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے:۔

"اے خدا کے رسولؐ! اگر آپ نہ ہوتے اور آپ کا یہ جہاد اور یہ دعوت نہ ہوتی جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور جس نے بڑے بڑے ملکوں کو فتح کر لیا۔ اور اگر آپ کا یہ دین نہ ہوتا، جس پر ایمان لانے کے بعد ہمارے آباؤ اجداد گوشۂ عزلت اور قعر مذلت سے نکل کر عزت و سربلندی، بلند ہمتی و حوصلہ مندی کی وسیع زندگی میں داخل ہوئے، پھر اس کے نتیجہ میں انھوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں، دور دراز ملکوں کو فتح کیا اور ان قوموں سے خراج وصول کیا جو کسی زمانہ میں ان کو اپنی لاٹھی سے ہانکتی تھیں اور بھیڑ بکریوں کے گلہ کی طرح ان کی پاسبانی اور حفاظت کرتی تھیں، اگر جاہلیت سے اسلام کی طرف اور گوشۂ گمنامی اور تنگ و محدود قبائلی زندگی سے تسخیر عالم کی طرف یہ مبارک سفر نہ ہوتا جو آپ کی برکت سے انجام پذیر ہوا تو دنیا میں کسی جگہ بھی ہمارا جھنڈا سربلند نہ ہوتا اور نہ ہماری کہانی کسی جگہ سنائی جاتی، ہم اس طرح بے آب و گیاہ خشک و ویران صحراؤں اور حقیر وادیوں میں دست و گریبان رہتے، جو طاقتور ہوتا وہ کمزور پر ظلم کرتا بڑا چھوٹے پر زیادتی کرتا، ہماری غذا بہت ہی حقیر اور معیار زندگی اتنا پست تھا کہ اس سے زیادہ پست کا تصور مشکل ہے، ہم اس گاؤں یا اپنے محدود قبیلہ سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے، جس میں ہماری ساری زندگی اور ساری جد و جہد محصور تھی، ہماری مثال تالاب کی مچھلیوں اور کنوئیں کے مینڈکوں کی سی تھی، ہم اپنے محدود تجربوں کے جال میں گرفتار تھے اور اپنے جاہل اور بے عقل آباؤ اجداد کے گن گاتے تھے۔

"یا رسول اللہ! آپ نے ہم کو اپنے دین کی ایسی روشنی عطا کی کہ ہماری آنکھیں کھل گئیں، خیال میں وسعت پیدا ہوئی، نظر کو جلا ہوئی اس کے بعد ہم اس وسیع اور جامع دین اور اس روحانی رشتہ اور رابطہ کو لے کر خدا کی وسیع اور کشادہ زمین میں پھیل گئے، ہماری مردہ و خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور ہم نے ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے شرک و بت پرستی اور ظلم و جہالت کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا اور ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں جن کے سایہ میں ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی صدیوں تک آرام اور فائدہ اٹھاتے رہے، آج ہم آپ کی خدمت میں غلامانہ نذر عقیدت پیش کرنے آئے ہیں اور اپنے جذبۂ محبت اور عزت و احترام کا خراج یا ٹیکس اپنی خوشی و مرضی سے ادا کر رہے ہیں، اور اس کو اپنے لیے باعث فخر اور وسیلۂ نجات سمجھتے ہیں، ہمیں پورا اعتراف ہے کہ اس دین کے احکام و قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں (جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سرفراز کیا تھا) ہم سے یقیناً بڑی کوتاہی ہوئی، ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں، بے شک وہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

میں ان بادشاہوں کی طرف متوجہ تھا میری نظریں ان کے خاموش اور باادب چہروں پر مرکوز تھیں میرے کان ان کے پرخلوص نیازمندانہ الفاظ پر لگے ہوئے تھے جو اس سے قبل میں نے ان سے کسی موقع پر نہیں سنے تھے کہ ایک اور جماعت داخل ہوئی اور ان بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی پرواہ کئے بغیر ان کی صفوں سے ہوتی ہوئی سامنے آ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بادشاہوں کے رعب و دبدبہ اور قوت و اقتدار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا تو یہ شاعر ہیں یا انقلابی، یہ اندازہ غلط نہ تھا اس لیے کہ یہ جماعت ان دونوں گروہوں پر مشتمل تھی، اس میں سید جمال الدین افغانی، امیر سعید حلیم، مولانا محمد علی جوہر، شیخ حسن البنا کے پہلو بہ پہلو ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف اور ہندوستان کے ڈاکٹر محمد اقبال بھی موجود تھے ترجمانی کے لیے ان لوگوں نے آخر الذکر کا انتخاب کیا اور لائق ترجمان نے ان الفاظ میں اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا:۔

" خواجہ کونین سالار بدر و حنین یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قوم کی شکایت کرنے آیا ہوں جو آج بھی آپ کے خوان نعمت کی ریزہ چیں ہے اور آپ کے سایہ رحمت کے سوا اس کو کہیں پناہ نہیں ملتی، اور آپ ہی کے لگائے ہوئے باغ کے پھل کھا رہی ہے، وہ ان ملکوں میں جن کو آپ نے قفس استبداد سے آزاد کرایا تھا، اور سورج کی روشنی اور کھلی ہوا عطا کی تھی، وہ آج آزادی کے ساتھ اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر رہی ہے لیکن یہی قوم آج اسی بنیاد کو اکھاڑ رہی ہے جس پر اس عظیم امت کے وجود کا دار و مدار ہے اس کے رہنما و لیڈر آج یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس امت واحدہ کو کثیر التعداد قومیتوں میں تقسیم کر دیں وہ اسی چیز کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے ختم کیا تھا، اسی چیز کو بگاڑ رہے ہیں جس کو آپ نے بنایا تھا، وہ اس امت کو عہد جاہلیت کی طرف دوبارہ واپس لے جانا چاہتے ہیں جس سے آپ نے ہمیشہ کے لیے نکالا تھا، اور اس معاملہ میں یورپ کی تقلید کر رہے ہیں جو خود زبردست ذہنی افلاس اور انتشار و بے یقینی کا شکار ہے وہ اللہ کی نعمت کو ناشکری سے تبدیل کر کے اپنی قوم کو تباہی کے گھر کی طرف لے جانا چاہتے ہیں "چراغ مصطفوی" اور "شرار بولہبی" کی معرکہ آرائی آج پھر قائم ہے، بدقسمتی سے ابولہب کے کیمپ کی طرف وہ لوگ نظر آ رہے ہیں جو اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں اور عربی زبان بولتے ہیں، وہ آج اپنے جاہلی کارناموں اور

اسلام پر فخر کرنے لگے ہیں جن کو آپ نے پاش پاش کر دیا تھا، یہ لوگ ان تاجروں میں ہیں جو سودا خریدتے وقت تو زیادہ لینا چاہتے ہیں اور بیچتے وقت کم دیتے ہیں، آپ سے انھوں نے ہر چیز حاصل کی اور ہر طرح کی قوت و عزت سے بہرہ مند ہوئے، اب وہ ان قوموں کے ساتھ جن کے وہ حاکم اور نگراں ہیں یہ سلوک کر رہے ہیں کہ ان کو بالجبر یورپ کے قدموں میں ڈال دینا چاہتے ہیں، اور اس کو جاہلی فلسفوں "نیشنلزم" کمیونزم کے حوالہ کر رہے ہیں۔

آپ نے جن بتوں سے کعبہ کو پاک کیا تھا، وہ آج مسلمان قوموں کے سروں پر نئے نئے ناموں اور نئے نئے لباسوں میں پھر مسلط کئے جا رہے ہیں۔ مجھے عالم عربی کے بعض حصوں میں جن کو اسلام کا مرکز اور قلعہ ہونا چاہئے تھا۔ ایک عام بغاوت نظر آ رہی ہے لیکن کوئی فاروق (رضی اللہ عنہ) نہیں، فکری و ذہنی ارتداد کی آگ تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے اور کوئی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نہیں جو اس کے لئے مردانہ وار میدان میں آئے اور اس آگ کو بجھائے۔

میری طرف سے اور میرے تمام ساتھیوں کی طرف سے جن کی نمائندگی اور ترجمانی کا فخر مجھے حاصل ہوا...... دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور عقیدت و احترام کے جذبات میں ڈوبے ہوئے سلام کا تحفہ قبول ہو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہم ان تمام لیڈروں اور رہنماؤں سے بری اور بیزار ہیں جنھوں نے اپنا رخ اسلام کے قبلہ کی طرف سے پھیر کر مغرب کی طرف کر لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنھیں آپ سے اور آپ کے دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا۔

ہم آپ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا پھر اعلان کرتے ہیں، اور جب تک زندگی ہے اسلام کی رسی کو انشاء اللہ مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔"

یہ بلیغ اور ایمان و یقین سے لبریز الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ مسجد نبوی کے میناروں سے اذان کی دلنواز صدا بلند ہوئی، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، میں یکبارگی ہوشیار ہو گیا اور تخیلات کا یہ حسین سلسلہ جو تاریخ کے سہارے قائم ہوا تھا، ٹوٹ گیا، اور میں نے کہا ؎

مؤذن مرحبا بر وقت بولا
تری آواز مکّے اور مدینے

میں اب پھر اسی دنیا میں واپس آ گیا تھا جہاں سے چلا تھا، کچھ لوگ نماز میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے، عالم اسلام کے مختلف وفود اور جماعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ سلام پیش کر رہی تھیں، زبانوں اور لہجوں کے اختلافات کے ساتھ جذبات و تاثرات کے اتحاد نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔[١٠]

حواشی:-

١ـ یہ اس عربی تقریر کا ترجمہ ہے جو ذی الحجہ ١٣٨١ھ میں سعودی ریڈیو اسٹیشن جدہ سے نشر کی گئی تھی، ترجمہ مولوی محمد الحسنی مدیر البعث الاسلامی کے قلم سے ہے جو الفرقان بابت محرم الحرام ١٣٨٢ھ مطابق جولائی ١٩٦٢ء میں شائع ہوا، یہ ترجمہ بھی سعودی ریڈیو اسٹیشن سے بعد میں نشر ہوا اور فیچر کے طور پر پیش کیا گیا لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن پر یہ فیچر پیش کیا گیا اور اس کے پیش کرنے پر شفاعت علی صدیقی صاحب کو انعام ملا۔

٢ـ اس سے وہ مقام مراد ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے، بخاری کی حدیث ہے: عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی (بخاری شریف ج ١، ص ٢٥٣ باب فضائل المدینہ)

٣ـ باب جبرئیل مسجد نبوی کے اہم اور قدیم دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو مرقد نبوی سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

٤ـ مسجد نبوی کا قدیم دروازہ جو دور اول میں عورتوں کے ساتھ مخصوص تھا۔

٥ـ مسجد نبوی کا وہ نیا دروازہ جو جدید تعمیر کے بعد باب مجیدی کے پہلو میں بنا دیا گیا ہے اور سلطان عبدالعزیز بن سعود کے نام سے موسوم ہے۔

٦ـ ہارون رشید کی طرف اشارہ ہے۔

٧ـ ولید بن عبدالملک مراد ہیں۔

٨ـ ملک شاہ سلجوقی کی سلطنت کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ترکستان کے مشہور دریا جیحون کے ملاحوں کو جن کی کشتیاں کرایہ پر لگی تھیں، کرایہ ادا کرنے کے لیے حاکم انطاکیہ (ملک شام) کے نام فرمان جاری کیا گیا کہ وہ ملاحوں کو یہ رقم خزانہ سے ادا کرے نیز ٤٨٢ھ میں روم کا سفیر سالانہ خراج لے کر اصفہان حاضر ہوا، ملک شاہ نے کاشغر پہونچ کر اس سے خراج لیا اور سفیر کو یہاں سے رخصت کیا (نظام الملک طوسی۔ ص ٦٢٢)

٩ـ سلیمان اعظم شہنشاہ ترکی کی طرف اشارہ ہے۔

١٠ـ یہ عربی تقریر جس کا یہ ترجمہ ہے جدہ میں مصنف کے عزیز و محبوب دوست و میزبان حاجی ارشد مرحوم (چیف انجینئر ٹیلیفون سعودی عرب) کے مکان پر لکھی گئی۔

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات اشاعتی ادارے یا ادیب و شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(١) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(٢) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

نئی منطق نئی اصطلاحیں

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

ترجمہ محمد احمد ندوی

ذیل میں ہم مولانا واضح رشید صاحب ندوی کے اہم مضمون کا ترجمہ دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جس میں آزادی اور آزادی رائے کے مکارانہ فریب کو دو دو چار کی طرح پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ہمارا تجدد پسند مسلم طبقہ بھی اس کو غور سے پڑھے گا اور مغرب اور اسلام مخالف لوگوں کی مکاری کو سمجھے گا جس کے پیچھے وہ اندھا بن کر دوڑتا ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان مختلف نوع کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں، گذشتہ طویل تاریخ میں مسلمانوں کو سخت ترین مسائل کا سامنا کرنا پڑا، لیکن موجودہ دور کے مسائل کی نوعیت مختلف ہے، عہد ماضی میں اس نوعیت کے مسائل سے ان کو سابقہ نہیں پڑا، اس دور میں ان پر جو حملہ ہو رہا ہے وہ نئی نوعیت و انداز کا ہے۔ اس میں قوت سے زیادہ ذہانت اور مکر و فریب بلکہ چالبازی شامل ہے اس لئے اس کے مقابلے کے لئے جوش اور قوت سے کام لینے کے بجائے سوجھ بوجھ اور حکمت اور ذہانت سے کام لینے کی ضرورت ہے، موجودہ حملہ فکری اور ذہنی حملہ ہے اس میں مکر و فریب، چالبازی، بہانہ بازی جیسے عناصر غالب ہیں، اس میں دکھائی تو دیتی ہے دوستی لیکن چھپی ہوتی ہے دشمنی، اس کے لئے الفاظ و تعبیرات کا سہارا لیا جاتا ہے، جو ظاہری طور سے اصلاح کے معنی رکھتے ہیں مگر درحقیقت ان کی تہہ میں شر و فساد چھپا ہوتا ہے۔

چنانچہ دشمنان اسلام اس وقت ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ظاہر سے لگتا ہے کہ اس کا مقصد اصلاح اور حالات کو سدھارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، یا اس سے یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ ایسا قول و عمل ہے جس کے اندر ذرہ برابر شک کی گنجائش ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی کوئی کجی ہے، تھوڑے غور و تامل کے بعد اندازہ ہو جاتا ہے کہ صرف حسین جملوں اور خوبصورت تعبیرات سے کام لیا گیا ہے لیکن در پردہ ان الفاظ کے اندر جو فکر و ذہن کام کر رہا ہوتا ہے اس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا کہ ان الفاظ کو سپر بنا کر اسلام اور اس کی پاکیزہ تعلیمات پر حملہ کیا جائے یا اس کے اثر و طاقت کو زک پہونچانے کی تدبیریں اختیار کی جائیں یا اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات کو عام کر کے لوگوں کے ذہنوں کو پراگندہ اور اسلام سے بدگمان کیا جائے۔ مثال کے طور پر شخصی آزادی، آزادی رائے، عورت کی آزادی کے حسین الفاظ ہیں۔ اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے ان اصطلاحات کا بہت استعمال ہوتا ہے اور اسلام کو ان کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے اور ان تینوں آزادیوں کو مغرب کی دین اور تمدن کا عطیہ سمجھا جاتا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام نے سب سے پہلے شخصی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ اسی نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا اور خلیفۃ اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔ اس نے فرد و معاشرے کی آزادی کے اندر ایک ایسا حسین و خوشگوار امتزاج و توازن قائم کیا جس کی دوسرے ادیان و مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی اسلام نے نہ تو فرد کو مقید کیا نہ معاشرے کو بلکہ اپنی روشن و واضح تعلیمات اور محکم و منضبط قوانین کے آئینہ میں ایسے دلنواز اصول و ضوابط مرتب کر دیئے جن کے ذریعے معاشرے و جماعت کی آزادی کی صورت میں فردی آزادی کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے، اسلام نے جماعت کے ایک فرد کے مقام کو فرد ہونے کے ناطے گھٹایا اور گھمایا نہیں بلکہ اس کے مقام و مرتبہ کو بہت بلند کیا۔ جبکہ یہی فرد دوسرے ادیان و مذاہب و نظام ہائے حیات میں طوق غلامی سے گرانبار ہوتا ہے۔ اسلام نے اس کو یہ حق عطا کیا کہ وہ جابر اور ظالم کے سامنے اپنی بات کہے "کلمۃ حق عند سلطان جائر" جس کی تاریخ اسلام میں متعدد مثالیں ملتی ہیں اور ان جاہ و جلال کے مالک حاکموں کو اس کا احترام کرنا پڑا ہے۔ حضرت عمرؓ کا وہ جملہ بہت مشہور ہے جس میں انھوں نے مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاص سے ایک عیسائی کی شکایت پر کہا تھا۔ تم نے ان کو غلام کب سے بنا لیا جبکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ لوگو! خوب سمجھ لو تم میں جو سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے ذمہ جو حق باقی ہے وہ وصول کر لوں اور تمہاری نظر میں جو کمزور ہے۔ وہ میری نگاہ میں طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کا جو حق ہے وہ اس کو دلا دوں۔

اسلام نے نوع بشری کے تمام افراد کو حقوق میں برابر کا درجہ دیا ہے اور ایسا جیسے کہ ایک کنگھے کے سارے دانت بالکل برابر ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہاں کہیں بھی اسلام کی فرماں روائی و حکمرانی رہی اور کلی طور پر اس کے احکامات و قوانین جاری و ساری ہوئے،

اور وہ ایسا ملک بھی تھا جہاں مسلم و غیر مسلم دونوں آباد تھے، اسلام نے قانونی حیثیت سے انسانی حقوق کے سلسلہ میں ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی تفریق نہیں کی، اور نہ کسی امتیاز و خصوصیت کو روا رکھا۔

اس طرح کی مثالوں سے تاریخ اسلام کے اوراق بھرے پڑے ہیں اور یہ خصوصیت کوئی عہد اول ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ عہد اخیر میں بھی اس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی اسلام کو پورے طور پر بالادستی حاصل ہوئی، اس طرح کی مثالیں پائی گئیں۔

موجودہ دور میں فرد کی آزادی کا نعرہ ایک ایسا سوچا سمجھا نعرہ اور طاقتور ہتھیار ہے جس کا نشانہ صرف اسلام اور اس کا پاکیزہ معاشرہ ہے۔ اس جدید ہتھیار کا استعمال کچھ وہی لوگ کرتے ہیں جو معنوی و حقیقی طور پر فرد و جماعت کی آزادی کے قاتل اور اس کے دشمن ہیں اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک میں اس زہر آلود ہتھیار کی بڑی کھپت اور بڑا رواج ہے بڑے بڑے روشن خیال اہل قلم آج یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اسی آزادی کے نام پر ان کو اسلام پر تنقید و رائے زنی کرنے کا موقع دیا جائے اور اگر کبھی کوئی گستاخ اسی آزادی کو بہانہ بناکر اسلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کہتا ہے یا اس پر تنقید کرتا ہے، جس پر اس کی گرفت کی جاتی ہے تو ان روشن خیالوں کے منہ پھول جاتے ہیں، جبکہ ان کو اس بات کا پورا پورا علم ہوتا ہے کہ اسی ملک کے اندر ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے ناتواں پیروں میں زنداں کی مضبوط بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو محض اشتباہ و بے بنیاد الزامات کے سبب تختۂ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے، اور اگر بالفرض انہیں آزادئ رائے کا راگ الاپنے والے ممالک میں سے کسی ملک میں کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے جس کا تعلق نظام حکومت سے یا ملک کی اقتصادیات سے یا تعلیم و تربیت کے نظام سے ہوتا ہے تو اس صورت میں سارے عوام کی زبانوں پر تالا پڑ جاتا ہے، اور وہ آزادئ رائے کے سارے حقوق سے محروم کردیئے جاتے ہیں۔ کسی متنفس کو بھی اس کا حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ زبان کھولے یا اپنے قلم کو حرکت دے۔ ایسے ماحول میں وہی کہا جاتا ہے جو حکومت کی مرضی کے مطابق اور حکمرانوں کی چاہت کے مرادف ہو، اس مسئلہ میں ان کو آزادئ رائے کا ذرا خیال نہیں آتا، اور نہ وہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جہاں تک عورت کی آزادی کے مسئلہ کا تعلق ہے تو اس کے پیچھے بھی سازش کا ایک جال ہے، اور جب اس کی آزادی کے مسئلہ کے بیک گراؤنڈ کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ اس کی آزادی کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات اور اس کی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہوجائے، اور خاندانی اقدار و روایات کو پامال کرکے شتر بے مہار کی طرح من مانی زندگی بسر کرے لیکن اگر کوئی پاک طینت و عفت مآب خاتون اپنے اس حق کا مطالبہ کرتی ہے کہ اس کو ایک مخصوص طریقۂ حیات کے تحت زندگی گذارنے دیا جائے، وہ جس طرح چاہے اپنے پردہ کا نظم کرے۔ اور جیسا چاہے اپنے لئے مخصوص لباس اختیار کرے، اس سلسلہ میں اس پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اس کو کسی خاص نظریہ کو اپنانے پر مجبور نہ کیا جائے، تو اس پر آزادی کی تعبیر کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اور یہی عورت کی آزادی کا دم بھرنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو ایسا کرنے کی اجازت دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ ایسی عورت کو وہ اپنی مرضی کے مطابق اور اپنے تصور کے مطابق چلنے پر مجبور کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی فرد یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک مخصوص طرز حیات و عقیدہ و لباس اپنانا چاہتا ہے، تو اس کو اس کی ان تمناؤں کی تکمیل سے محروم رکھا جاتا ہے اور اس کی شخصی آزادی پر قدغن لگایا جاتا ہے بلکہ اس کو آزادی و حریت کا دشمن گردانا جاتا ہے۔ لیکن یہی فرد اگر عقیدہ کے خلاف اقدام کرے اس کو اپنی تنقیدوں اور تہمتوں کا نشانہ بنائے تو پھر یہ آزادی کا سب سے بڑا علمبردار اور اس کا جان نثار ہے۔ اس کے برعکس اگر یہی فرد رزق طیب و حلال کی جستجو و تلاش کے لئے کوشاں ہو اور مال حرام سے بچنا چاہتا ہو تو گویا یہ حریت و آزادی کا کھلا دشمن ہے لیکن اگر یہی مال حرام سے اپنا پیٹ پالے ناجائز آمدنیوں کے ذریعہ زندگی کے اسباب آرائش و زینت فراہم کرے۔ اور کسی اخلاقی تعلیم کا التزام نہ کرے تو یہ شخص حریت نواز ہے اور متمدن ہے، مذکورہ بالا مثال سے موجودہ وقت میں حریت کے پرچم برداروں کے دورخے پن کی تصویر نکھر کر سامنے آتی ہے اور ان کا نفاق ظاہر ہوجاتا ہے، اور زندگی کے بہت سے میدانوں میں ان کے اس طرز فکر و عمل کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

اگر خیر و صلاح کی نشر و اشاعت، کردار سازی، مردم گری، انسانی اخلاق کی تعمیر کی غرض سے قوت کا استعمال کیا جائے تو ان علمبرداران حریت کی ڈکشنری میں اس کا نام دہشت گردی، بنیاد پرستی، کٹرپن ہے اور اس سے فرد کی حریت مجروح ہوتی ہے، لیکن اس کے برعکس اگر اسی قوت کا استعمال اچھی باتوں اور تعمیری کام کرنے والے اور برائیوں کا سدباب کرنے والے طریقوں کو روکنے یا ان کو مٹانے کے لئے کیا جائے تو یہ اقدام عین حریت اور ترقی پسندانہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص پر یہ پابندی لگانے کے لئے کہ وہ کسی مخصوص عقیدہ یا تہذیب و معاشرت کے مطابق زندگی نہیں گذار سکتا قانون بنایا جائے تو یہ عمل عین آزادی ہے لیکن اگر کسی عقیدہ کے احترام کی بات کی جائے تو بنیاد پرستی، تنگ نظری اور حریت دشمنی کا عمل ہے۔

اسی دورخے پن کا ایک نمونہ اور بھی دیکھتے چلئے۔ بعض تنظیموں کی طرف سے یہ سخت پابندی ہے کہ متعدد ایسی تنظیمیں معتقدات و تصورات ہیں جن پر کسی کو حرف گیری کرنے کا حق نہیں ہے۔ لیکن اگر کبھی کوئی ان ممنوعہ امور کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کی خوب مذمت کی جاتی ہے۔ بسا اوقات اس کو زنداں کی سلاخوں کے بیچ جکڑ دیا جاتا ہے یا دردناک سزا دی جاتی ہے۔ اس کی

واضح مثال یہی ہے کہ بعض ممالک میں اگر کسی غیر مسلم پر تنقید کی جائے تو اس کو قابل سزا عمل قرار دیا جاتا ہے اس لئے کہ اس سے اس ملک کے خارجی تعلقات اور اس کی سالمیت متاثر ہوتی ہے اور دوسرے فرقے کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں ممالک میں غیر مسلموں کو یا ان کے غلاموں کو مسلمانوں پر اسلام پر اور اس کی پاکیزہ تاریخ اور اس کے مقدسات پر کیچڑ اچھالنے کی اجازت ہے۔ حکومت اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرسکتی بلکہ اس اقدام کو یہ کہہ کر نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ یہ آزادئ گفتار کا تقاضا ہے، بسا اوقات ایسا کرنے والوں کو شہ دی جاتی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ترکی کی ایک مثال ہے کہ جن لوگوں نے مصطفی کمال پر تنقید کی ان کو حوالۂ زنداں کردیا گیا مگر جن لوگوں نے سلمان رشدی کے افکار و نظریات اور اس کی کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان کی پشت پناہی کی گئی۔ ان کی کوششوں کو سراہا گیا۔ بعض ملکوں میں دعوت اسلامی پر مختلف فرقوں میں منافرت کے خوف سے پابندی ہے لیکن ان ہی ملکوں میں عیسائیت کی اشاعت کے وسائل فراہم کئے جاتے ہیں۔

فرانس کے وزیر تعلیم کا ارشاد ہے کہ فرانس کے ہر ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ ملک کے اندر رائج نظام تعلیم کو اختیار کرے، اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ ملک کے اندر جو تہذیب و ثقافت رائج ہے اس کو اپنالے۔ کسی قیمت پر بھی اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ ایک ہی ملک کے اندر مختلف و متعدد تہذیبیں اختیار کی جائیں۔ خود ہندوستان میں مسلمانوں کو قومی دھارے میں ہم آہنگ ہونے کی دعوت دی جارہی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ اس ملک میں باقی رہنا چاہتے ہیں تو ان کو ملک کے رسم و رواج اور اس کی عادات و اطوار کو اختیار کرنا پڑے گا۔ یہاں کی عظیم ہستیوں کا اعتراف بھی کرنا ہوگا۔

اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں کے سروں پر ایک بھیانک خطرہ کی گھنٹی اور بج رہی ہے جس نے ان کو بے چین کردیا ہے، وہ یکساں سول کوڈ کا مسئلہ ہے۔ حکومت ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو اس ظالمانہ قانون کی زنجیر میں جکڑ کر شریعت اسلامیہ سے بے دخل کردیا جائے۔

ان سب کے بعد بھی اس کو حریت، آزادی اور رواداری کا سنہرا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر مسلمان اپنے ملک میں حکومت سے یہ مطالبہ کریں کہ ملک کے تمام مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہئے اور اسلامی ثقافت کو اختیار کرنا چاہئے تو ان کے اس مطالبہ کو معاندین اسلام بنیاد پرستی اور کٹرپن قرار دیتے ہیں۔

کیا مذکورہ ساری مثالیں دور جدید کے دو رخے پن پر غمازی نہیں کرتی ہیں کہ اگر مسلمان اپنے دینی شعائر کا مطالبہ کریں تو یہ بنیاد پرستی ہے، لیکن اگر مخالفین اور دین کے دشمن ان کے دین کے اندر مداخلت کرنے کی کوشش کریں اور اپنا دین اور اپنی ثقافت نافذ کرنا چاہیں تو یہ آزادی اور رواداری ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت ساری دنیا نے اس طرز حیات کو اختیار کر رکھا ہے خواہ وہ اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی ان کے دورخے پن، نفاق، مکر و فریب کے نمونے ہر جگہ دیکھنے میں آرہے ہیں اور یہی دورخا پن ان کی موجودہ سیاست کا طرۂ امتیاز ہے اور مسلمان اس کے شکار ہیں۔

نعت

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی

کوئی انسان اتنا معتبر ہو ہی نہیں سکتا

رسولؐ اللہ جیسا دیدہ ور ہو ہی نہیں سکتا — کوئی انسان اتنا معتبر ہو ہی نہیں سکتا
وہ کوئی بھی ہو، کیسا بھی ہو کتنی شان والا ہو — نبیؐ محترم سے خوب تر ہو ہی نہیں سکتا
محمد مصطفیٰ خود پر تو نور الٰہی ہیں — مقابل ان کے ہوں شمس و قمر ہو ہی نہیں سکتا
مدینہ ہاں وہی آرام گاہ سرور عالم — کوئی اس جیسا بارونق نگر ہو ہی نہیں سکتا
یہ طیبہ ہے، یہاں سرکار خود تشریف فرما ہیں — یہاں بددین لوگوں کا گذر ہو ہی نہیں سکتا
نہ ملی پائی ہوں جس کو صحبتیں اللہ والوں کی — کبھی وہ اہل دل، اہل نظر ہو ہی نہیں سکتا
گناہوں پر ندامت اور حب احمدؐ مرسل — کوئی اس سے بڑا زاد سفر ہو ہی نہیں سکتا
تری ہی خستگی میں کوئی خامی رہ گئی ہوگی — نہ ہو ان کا کرم اے چشم تر ہو ہی نہیں سکتا
بجز اللہ کے یہ جان لیں سارے جہاں والے — کسی کے سامنے خم اپنا سر ہو ہی نہیں سکتا
طفیل اس شہر میں بس جا اگر موقع ملے تجھ کو
مدینے سے تو بہتر مستقر ہو ہی نہیں سکتا

مدارس کے ذمہ داروں اور کارکنوں کے لئے سبق آموز واقعات

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
انتخاب: مولوی محمد اسمٰعیل ندوی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں حضرت شیخؒ کی علمی و روحانی شخصیت زہد و ورع، صدق و اخلاص، طاعت و عبادت الٰہی میں آپ اپنی مثال ہے۔ اسی کے ساتھ حقوق اللہ و حقوق العباد، اپنے اساتذہ و متوسلین، رفقاء و شرکائے حیات کے ساتھ حسن سلوک، فرائض و ذمہ داریوں کو پورا پورا ادا کرنے میں دوسروں کے لئے نمونہ ہے، خصوصاً مدارس اسلامیہ کے کارکنوں اور ذمہ داروں کے لئے عبرت و نصیحت کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت شیخؒ اپنی "آپ بیتی" میں بڑے سبق آموز واقعات اور تجربات تحریر فرماتے ہیں۔ جو اصلاح حال اور فلاح دارین کی غرض سے ہدیۂ ناظرین کئے جا رہے ہیں کہ کسی اللہ کے بندے کو ان اکابر کے اتباع کی توفیق نصیب ہو جائے۔

(ادارہ)

عبرت کے لئے یہ کیا کم ہے

میرے ایک ماموں تھے پروفیسر حافظ محمد عثمانؒ میری والدہ کے حقیقی چچا زاد بھائی علی گڑھ میں پروفیسر تھے۔ غالباً ڈیڑھ ہزار تنخواہ تھی یا کچھ کم ہوگی اس کے بعد پشاور منتقل ہو گئے تھے۔ اور ریٹائر ہونے تک وہیں مقیم رہے مرحوم کو مجھ سے بڑی محبت تھی اور ان کے دو چھوٹے بھائی الحاج ماموں داؤد جو آج کل ایبٹ آباد کے مشہور وکیل ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی الحاج ماموں حکیم یامین صاحب جو آج کل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ناظم مالیات ہیں کے بعد دیگرے یہ ایک مظاہر علوم کے فارغ التحصیل ہیں، ماموں عثمان صاحب مرحوم اس سیہ کار اور اپنے بھائیوں کی وجہ سے علی گڑھ کے قیام میں بھی اور پشاور کے قیام میں بھی تقسیم سے پہلے تک کاندھلہ آتے تو سہارنپور ضرور آتے اور چونکہ واقعی مجھ سے بہت محبت اور شفقت فرمایا کرتے اس لئے گھنٹوں مجھ سے مناظرے بھی کرتے رہتے اور ان کا اصرار تھا کہ عربی طلبا کو عربی کے ساتھ انگریزی ضرور پڑھائی جائے تاکہ معاشی مشکلات سے بے فکری رہے صرف عربی پڑھنے سے جو تنخواہیں ملتی ہیں وہ ناکافی ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ناکارہ اس وقت بھی اور اب تک بھی عربی کے ساتھ انگریزی یا کسی دوسری تعلیم یا دستکاری و صنعت کا بہت سخت مخالف ہے اس لئے کہ یہ تجربہ ہے کہ دوسری چیزوں میں اشتغال کے بعد عربی تعلیم میں بہت نقصان پہونچا ہے۔ مگر مرحوم عربی پڑھنے والوں کی مالی بدحالی اور انگریزی پڑھنے والوں کی خوش حالی کو خوب بیان کرتے تھے اسی بنا پر انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی ماموں داؤد کو جن کی عربی علمی استعداد بہت ہی عمدہ تھی اور مولانا عبد الرحمان صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے بھی ۵۷ھ میں مجھے مدینہ پاک میں ان کے متعلق لکھا تھا کہ مولوی داؤد بہت ذی استعداد ہیں۔ ان کو مدرسے میں ضرور رکھا جائے مگر ماموں عثمان مرحوم نے ان کو اپنے نظریے کے موافق انگریزی پڑھا کر ہم سے کھو دیا۔ ماموں عثمان مرحوم ایک مرتبہ جمعہ کے دن تشریف لائے بارہ بجے کے قریب مجھے غسل کرنے کے لئے ایک فوج مجھ پر مسلط ہوگی وہ بہت غور سے دیکھتے رہے غسل کے بعد کہنے لگے کہ یہ ٹھاٹھ ہیں، میں نے کہا کہ ہم فقیروں کے کیا ٹھاٹھ ہیں، ٹھاٹھ تو آپ رئیسوں کے ہیں جن کی تنخواہ ڈیڑھ ہزار روپئے ہے۔ کہنے لگے ہم کو نہلانے والے دو بھی نہیں ملتے۔ یہاں دس لپٹ رہے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد کھانے میں شرکت ہوئی اتفاق سے اس زمانے میں میرے بائیں ہاتھ کی انگلی میں کچھ نکل رہا تھا، اس پر پھایہ تو لگا ہوا نہیں تھا البتہ مرہم لگا ہوا تھا اس لئے اس زمانے میں میرے دوست احباب کھانے سے فارغ ہوتے ہی پانی کا لوٹا سلفچی وغیرہ لے کر آتے میں ہاتھ پھیلا دیتا ایک آدمی پانی ڈال دیتا اور دوسرا شخص صابن سے ہاتھ دھو دیتا اور تیسرا جلدی سے تولیہ سے ہاتھ پونچھ دیتا۔ کہنے لگے کہ مولوی زکریا خدا کی قسم تنعم کی بھی کوئی حد ہو تم سے اپنا ہاتھ بھی نہیں دھلتا وہ بھی خدام ہی دھوتے ہیں۔ میں نے کہا ماموں جی! میں تو فقیر آدمی ہوں میری تو ڈیڑھ ہزار تنخواہ بھی نہیں۔ آپ انگریزی پڑھے ہوئے ہیں، ڈیڑھ ہزار تنخواہ ہے، میں انگریزی سے ناواقف ہوں۔ بھلا میں آپ کی کیا کیا حرص کر سکتا ہوں فرمانے لگے ایسی تیسی ڈیڑھ ہزار کی یہاں تو دو آدمی بھی ہاتھ دھلانے کو نہیں ملتے۔ کہنے لگے مجھ کو تخلیہ میں کچھ بات کرنی ہے میں نے کہا آج تو موقع نہیں ملے گا۔ کل صبح کو

اوپر کمرہ میں چلیں گے وہاں بات ہو جائے گی۔ وہاں کمرے میں پہونچتے ہی ایک پنجہ لٹکا ہوا ملا جو لکڑی کا بھی ہوتا ہے تلنبے پیتل کا بھی ہوتا ہے۔ ایک لانبی سی ڈنڈی اور اس کی جڑ میں ہاتھ کی انگلیوں جیسے نشان ہوتے ہیں۔ کمر وغیرہ کھجانے میں کام آتا ہے۔ حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ہے۔

"ومع رسول الله صلى الله عليه وسلم مدرى يحك به رأسه كذا في المشكوة عن الصحيحين"

کہ حضورؐ کے ساتھ ایک مدری (پنجہ) تھا جس سے سر مبارک کو کھجا رہے تھے۔

اس کو دیکھتے ہی ماموں عثمان کہنے لگے کہ یہ کیا چیز ہے، میں نے کہا کہ کمر کھجانے کے لئے ہے اگر کوئی خادم نہ ہو اور خود ہی کھجانا پڑ جائے تو اس سے مدد مل جاتی ہے انھوں نے بہت غور سے اس کو اٹھا کر دیکھا میں نے کہا کہ پسند ہو تو آپ کی نذر ہے، کہنے لگے کہ پسند تو بہت ہے واقعی بڑی اچھی چیز ہے اور تم جیسوں کے لئے تو بہت ضروری جن کے پاس خدام نہ ہوں۔ مگر تم سے لیتے ہوئے غیرت آتی ہے میں نے کہا کہ غیرت کی کوئی بات نہیں۔ میری ڈیڑھ ہزار روپئے تنخواہ نہیں ہے جس پر میں یہ کہوں کہ میں دوسری خرید لوں گا لیکن یہ قوی امید ہے کہ جس مالک نے یہ دی ہے وہ اور بھی دیدے گا، آپ اسے شوق سے لے جائیں۔ میں نے بہت ہی اصرار کیا۔ مگر وہ اپنے دل چاہنے کے باوجود نہ لے گئے، نہ معلوم کیا غیرت آئی لیکن مرحوم سے یہ مناظرہ آخر تک رہا۔ ان کا وہی فقرہ مختلف عنوانات سے کہ دنیا دار الاسباب ہے، اور میرا وہی ایک جواب کہ مقدر سے زیادہ کہیں نہیں مل سکتا۔ میں نے ان سے بارہا یہ بھی کہا کہ آپ سے کہنے کی تو بات نہیں، اللہ تعالیٰ معاف فرماوے۔ تمہاری ڈیڑھ ہزار تنخواہ اور میری ضابطہ میں صرف ۳۵ روپیہ تنخواہ ہے، وہ بھی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں۔ مگر آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ انشاء اللہ یہ ناکارہ مالی حیثیت اور راحت و آرام کے اعتبار سے آپ سے کہیں زیادہ ہے۔ کہنے لگے کہ تمہاری اور بات ہے اس پر ہر ایک کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے کہا کہ اور بات ہے اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے ان سے کئی مرتبہ یہ بھی کہا کہ آپ ہی سوچئے اگر ایک کتا آپ کے دروازہ پر پڑ جائے، آپ کے مکان کی حفاظت کرے اور ہر آنے والے پر بھونک کر تنبیہ کرے تو کیا آپ کی غیرت تقاضہ کرے گی کہ اس کو کوئی ٹکڑا نہ ڈالیں۔ آپ مجبور ہوں گے کہ دسترخوان کی بچی ہوئی روٹی، ہڈی اس کو ضرور ڈالیں۔ تو مالک الملک رب العالمین جس کے ایک لفظ کن میں دنیا کے سارے خزانے ہیں اس کے دروازہ پر کوئی شخص اس کے کام کی نیت سے اخلاص سے بغیر خود غرضی کے اس کے دین کی خدمت کے واسطے پڑ جائے تو کیا وہ اپنے خدمت گاروں کو بھوکا ننگا رکھ سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ساری دنیا سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ آپ کی غیرت تو تقاضہ نہ کرے کہ وہ کتا بھوکا رہ جائے اور اللہ جل جلالہٗ کی غیرت اس کا تقاضہ کر سکتی ہے کہ اس کے دین کی خدمت کرنے والا بھوکا رہ جائے؟ یہ ناممکن ہے اور جن اکابر کے یا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کے واقعات ہوئے ہیں وہ اختیاری خود مانگے ہوئے ہیں اور رحین محبوب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات تو خود مصرح ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ترمذی شریف، مسند احمد کے حوالے سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کے واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ پیش کش فرمائی کہ اگر تم چاہو تو مکہ کے سارے جنگلوں، سنگستانوں کو سونا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ یا اللہ مجھے نہیں چاہئے۔

میں چاہتا ہوں کہ ایک دن شکم سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن فاقہ کروں، تاکہ جس دن بھوکا رہوں آپ کے آگے دست سوال پھیلاؤں عاجزی کروں اور آپ کو یاد کروں۔ حضورؐ کی مشہور دعا ہے: "اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ اے اللہ میری اولاد کی روزی بقدر کفایت عطا فرما۔ اسی کی وجہ سے سادات عموماً مالدار نہیں ہوتے الا ماشاء اللہ۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک دوسری طویل روایت میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ہر جگہ پھرا کریں، اللہ تعالیٰ کی اس میں بڑی ہی حکمتیں ہیں۔

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے
بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
TEL 3762220/3728708
اسپیشل چائے ۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر حاصل کیجئے
44, Haji Building
S.V. Patel Road, Null Bazar, Bombay 400 003.

رپورٹ

مولانا عبداللہ عباس صاحب معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت صدر مجلس حضرات ارکین انتظامیہ حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء مدظلہ کے ایماء سے دارالعلوم کی تعلیمی رپورٹ میں آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں،

اعداد و شمار:۔

اس سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا جو اس احاطہ کے اندر پڑھتے ہیں ان کی تعداد دو ہزار ہے، ندوہ کا دوسرا کیمپس تکیہ ہے جو یہاں سے گیارہ کیلو میٹر پر واقع ہے، وہاں بھی ایک وسیع مسجد درسگاہ اور دارالاقامہ ہے سردست وہاں ۲۱۵ طلبہ کی رہائش اور تعلیم کا انتظام ہے، طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو ہے اس کے علاوہ ندوہ کے انتظام اور اس کے خرچ پر چلنے والے شہر کے مکاتیب ہیں جن کی تعداد بیس کے قریب ہے۔ ملحقہ مدارس جہاں ندوہ کا مکمل نصاب پڑھایا جاتا ہے، اور ندوی فضلا، انتظام و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ مشرقی مغربی یوپی، راجستھان، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، بہار اور بنگال میں قائم ہیں ان مدارس کی تعداد ۸۶ ہے، ان میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب ہے، ان مدارس میں دارالعلوم تاج المساجد، جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، جامعہ ہدایت جے پور میں عالمیت تک مکمل تعلیم ہوتی ہے، تمام ملحقہ مدارس میں امتحانات ندوہ کی سرپرستی میں ہوتے ہیں، اور جہاں تک ان مدارس میں درجات قائم ہیں ان کے آخری درجہ کا امتحان دارالعلوم میں ہوتا ہے، جس کے بعد وہ ندوہ کی اس مرکزی درسگاہ میں قبول کرلئے جاتے ہیں، بیرون ملک میں نیپال میں مدرسہ نورالاسلام میں عالیہ ثالثہ یعنی عالمیت کے ایک درجہ نیچے تک کی تعلیم ہوتی ہے اور رائے بریلی، سیوان، بہار، جودھپور راجستھان اور لکھنؤ میں واقع مدارس میں عالمیت کے دوسرے سال تک کی تعلیم ہوتی ہے، ملیشیا کے صوبہ صباح میں بھی ندوہ کے نصاب و منہج پر ایک مدرسہ اپنا کام کر رہا ہے، اس وقت اس مرکزی احاطہ کے اندر جو طلبہ ہیں وہ اکثر ہندوستان ہی کے تمام صوبوں سے آئے ہوئے ہیں، بیرون ملک کے طلبہ میں نیپال، تھائی لینڈ، ملیشیا، انڈونیشیا، کے طلبہ ہیں، عرب ممالک میں اب صرف یمن و قطر کے طالب علم رہ گئے ہیں، کیوں کہ بعض ممالک نے طلبہ کو طویل المیعاد پاسپورٹ نہیں دیا، اور بعض کو ہندوستانی سفارتخانوں نے ویزے نہیں دیئے، دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند متعدد عرب ممالک کے طلبہ ہیں مگر قانونی رکاوٹوں سے وہ یہاں آنے سے معذور رہتے ہیں، نیز یہ کہ ندوہ بھی ان کے معیار کے مطابق دارالاقامہ اور مطبخ کا بار نہیں اٹھا سکتا۔

معیار تعلیم:۔ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ اس وقت دارالعلوم کا معیار تعلیم بہت قابل اطمینان اور لائق شکر ہے، طلبہ میں استعداد بڑھانے کا عام ذوق ہے، مرکزی کتب خانہ جو علامہ شبلی نعمانیؒ کے نام سے موسوم ہے ملک کے بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے اوراوقات درس کے علاوہ رات میں بھی کئی گھنٹے کھلتا ہے جہاں مطالعہ کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے، اس کے علاوہ طلبہ کی انجمن الاصلاح کے دو بازو ہیں سلیمانی و شبلی دونوں میں عام اسلامی و ادبی ثقافت کو غذا پہنچانے والی کتابوں پر مشتمل کتب خانہ ہیں جن میں تحقیق و بحث کے لئے حدیث، رجال، فقہ وادب کے نصوص اوران کے مراجع بھی ہیں، کلیۃ الشریعہ کا اپنا کتب خانہ ہے جس میں تمام مراجع موجود ہیں کلیۃ الادب کا علیحدہ کتب خانہ ہے۔ اس کے علاوہ دارالافتاء والقضاء کا علیحدہ اور عربی انجمن النادی العربی کا علیحدہ کتب خانہ ہے اسی طرح معہد القرآن کے طلبا کی اپنی انجمن الاصلاح اور اس کا اپنا مختصر سا کتب خانہ ہے۔

جگہ کی تنگی:۔ دارالعلوم کی مسجد جو شہر کی سب سے بڑی مسجد ہے اور جس کی دو مرتبہ توسیع ہوچکی ہے وہ ناکافی ہوگئی ہے اور مجبوراً۔ پنج وقتہ جماعت معہد القرآن کے دونوں ہالوں اور ثانویہ کی عمارت میں ہوتی ہے، جمعہ کو شامیانے لگائے جاتے ہیں کہ تمام طلبہ آسکیں وہ بھی ناکافی ہوتا ہے تو شمال کی جانب فرش پر صفیں بچھا دی جاتی ہیں، تعلیم گاہیں بھی بہت ناکافی ثابت ہورہی ہیں کیوں کہ ایک ایک درجہ کے متعدد سیکشن قائم ہیں۔

طلبہ مقیمین کی تعداد بڑھانے کے لئے نہ تو درسگاہوں میں گنجائش ہے اور نہ دارالاقاموں میں، ہر سال ایک کثیر تعداد میں درخواستیں

آتی ہیں جن کی معذرت کرنی پڑتی ہے، دوسرے مدارس اور جامعات کے فارغ التحصیل طلبہ جو کلیۃ الادب میں داخلہ چاہتے ہیں، ان کی استعداد کے مطابق اور عام طور پر عالیہ ثانیہ میں ان کو قبول کیا جاتا ہے۔

تعمیرات:۔ تعمیراتی کاموں میں اسال ایک نئے دارالاقامہ کا اضافہ ہوا ہے جو ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا ہے، دو منزلیں تیار ہوچکی ہیں اوران میں طلبہ قیام پذیر ہیں۔ اس کا نام سابق ناظم ندوۃ العلماء مولانا حکیم سید عبدالحی رحمہ اللہ کے نام پر رواق عبدالحی تجویز ہوا ہے، بعض اہل خیر کی مدد سے ایک مستقل عمارت کلیۃ الادب کی زیر تعمیر ہے۔

تالیف و تحقیق:۔ تالیف بحث و تحقیق کے سلسلہ میں یہ بات اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ ادب و تاریخ ادب میں چند سال پہلے تک ندوہ مصر و شام کی تالیفات سے فائدہ اٹھا رہا تھا مگر اب خود ندوہ کے "دو فاضل استاد مولانا سید محمد رابع حسنی اور مولانا واضح رشید ندوی نے تمام ادوار پر مشتمل مکمل تاریخ ادب عربی کا نصاب تالیف کردیا ہے اور ادب کی ابتدائی کتاب قصص النبیین القراءۃ الراشدہ سے لیکر مختارات، منثورات، مختار الشعر العربی اور نحو و انشاء کی اونچی کتابیں ندوہ ہی میں تالیف ہوئیں اور اس سلسلہ میں ندوہ خود کفیل ہے اور عرب ممالک کے فضلاء اور ماہرین فن نے ان کا علمی و ادبی معیار تسلیم کیا ہے، سعودی عرب کی وزارت تعلیم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی مدظلہ کی تالیف مختارات تدریس و مطالعہ کے لئے منظور کیا ہے

جس طرح السیرۃ النبویہ اور ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین تمام سرکاری اور غیر سرکاری کالجوں میں مطالعہ کے لئے منتخب کی گئیں ہیں اور آخر الذکر کتاب کو اس مرتبہ کی شمار ہوتی ہے جس کو پڑھے بغیر کوئی عرب نوجوان ثقافت اسلامیہ سے مکمل طور پر واقفیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ الازھر اور جامعۃ القاہرہ میں اس پر علمی بحثیں اور مذاکرے ہوئے ہیں۔ اس کے بیس سے زیادہ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ جو تحقیقی و علمی کام کر رہے ہیں ان میں سردست ڈاکٹر محمد لقمان الاعظمی ندوی کی کتاب دراسات فی الحدیث النبوی ہے جو سعودی عرب کی بعض کلیات میں داخل نصاب ہے اور اس کا اردو ترجمہ مولانا شمس الحق ندوی نے کیا ہے اب وہ عنقریب کتابی شکل میں سامنے آجائے گا، اسی طرح مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی نے تہذیب الاخلاق مؤلفہ حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کی عربی میں ایک شرح کی ہے جس کا نام روائع الأعلاق فی شرح تہذیب الاخلاق ہے جس کو سعودی عرب کے ایک مؤسسہ نے طباعت کے لئے منظوری دیدی ہے، سطور بالا میں صرف ان علمی خدمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ندوہ کے اندر سال دو سال سے جاری ہیں

انہی میں ابن اثیر کی الطوال الغرائب پر تحقیقی و علمی کام عرصہ سے جاری تھا، امید ہے کہ سال کے اختتام تک مکمل ہوجائے گا۔ اس کتاب سے علاوہ دینی معلومات اضافہ اور حدیث نبوی سے مناسبت کے ساتھ یہ فائدہ بھی ملحوظ ہے کہ عربی کے مفردات و غرائب اور ان کے استعمالات کو بتانے کے لئے ہمارے قدیم نصاب میں مقامات حریری وغیرہ پڑھائی جاتی تھی وہ فائدہ احادیث نبویہ سے اٹھایا جائے جو اصل مقصد اس زبان کو پڑھنے پڑھانے کا ہے۔

ندوہ میں الحمد للہ عربی ادب کو صرف کتاب و سنت کے خادم ہونے کی حیثیت سے داخل نصاب کیا گیا تھا اور اس پر توجہ زیادہ دی گئی تھی وہ اب برگ و بار لا رہی ہے۔

ندوہ نے اصلاح نصاب کی جو تحریک شروع کی تھی اور ایک وقت تک نامانوس رہی اب اس کی افادیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اور اس کی قدردانی اور اعتراف میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے خواہ حوالہ دیکر یا بغیر حوالہ دیئے ہوئے۔

دیگر علمی سرگرمیاں:۔ دارالعلوم کے احاطہ میں تعلیم گاہ اور اقامت گاہوں کے علاوہ اس کے دیگر شعبے بھی اپنا کام کر رہے ہیں جس میں قابل ذکر المجمع العلمی الاسلامی (مجلس تحقیقات و نشریات اسلام) ایک سرگرم ادارہ ہے اس کی مطبوعات کی تعداد ڈھائی سو تک پہنچ چکی ہے جو اردو، انگریزی عربی اور ہندی زبانوں میں ہیں، ادارہ صحافت و نشریات سے البعث الاسلامی اور الرائد عربی میں، تعمیر حیات اردو میں وقت کی پابندی کے ساتھ نکل رہے ہیں، البعث الاسلامی ان تمام مجلات و رسائل کے درمیان جو عربی زبان میں برصغیر ہند و پاک سے نکلتے ہیں ایک امتیازی مقام حاصل کرچکا ہے اس کے مقالات و آراء دوسرے علمی و ادبی ماہناموں میں نقل ہوتے ہیں ان کی تعداد اشاعت اس طرح ہے، ماہنامہ البعث ۳۵۰۰، الرائد پندرہ روزہ ۳۵۰۰، تعمیر حیات پندرہ روزہ اردو ۵۵۰۰ ہے، یہ تعداد اشاعت بہت نہیں ہے۔

لیکن اگر ان کا موازنہ برصغیر اور غیر عرب ملک سے نکلنے والے مجلات سے کیا جائے تو بہت قابل شکر ہے خاص طور پر اس لئے کہ ان کا حلقہ اشاعت مسلسل ترقی پذیر ہے۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ کا اس کی طرف رجحان ہے۔

رابطہ الادب الاسلامی اگرچہ ایک عالمی ادارہ ہے اور اس کا آرگن ریاض سے "الادب الاسلامی" اور ترکی سے "ادب اسلام" مراکش سے "المشکاۃ" نکلتے ہیں۔ مگر چونکہ غیر عرب ملک میں اس کا سینٹر لکھنؤ ہے، اور اس کے صدر حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء اور سکریٹری مہتمم صاحب دارالعلوم ہیں! اس لئے ندوہ ہی اس کا مستقر ہے اور کاروان ادب

کے نام سے ایک معیاری اردو سہ ماہی دوریہ — نکل رہا ہے۔ اس کے ۸ شمارے اب تک نکل چکے ہیں، جن حضرات کو اسلامی ادب کی ایک عالمی تحریک سے دلچسپی ہے وہ ان مجلات ؍ دوریات کے اپنے زمانہ قیام میں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مسلم پرسنل لانے اصلاح معاشرہ کے نام سے جو تحریک شروع کی ہے اس کا دفتر بھی دارالعلوم کے احاطہ میں قائم ہے۔ دارالقضاء الشرعی کلیۃ الشریعہ کے ماتحت مصروف عمل ہے اس کی مستقل عمارت بن چکی ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کی روشنی میں ادب، نحو، انشاء کی جہاں کتابیں اس فکر کے مطابق تیار ہو چکی ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی قابل شکر بات ہے کہ تمام شعبہ ہائے دارالعلوم کلیۃ الشریعہ، کلیۃ الادب، معہد القرآن معہد الدعوۃ والارشاد اور بھی تمام بڑی اور امہات کتب، فقہ، حدیث، تفسیر کی تدریس بھی ندوی فضلاء انجام دے رہے ہیں۔

ٹیچر ٹریننگ کا نظم:۔ سال رواں کی تعلیمی پیش رفت میں ایک قابل ذکر بات مدرسہ تربیۃ المعلمین کا قیام ہے عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ دارالعلوم سے فارغ ہونے والے طلبہ کو تدریس کی ٹریننگ دی جائے اور ہر مرحلہ کے استادوں کے لئے ایک نصاب تعلیم ہو۔ اور طلبہ تدریس کی مشق اساتذہ کی نگرانی میں کریں طلبہ کو پڑھانے کی تربیت دی جائے۔ چنانچہ اس سال ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ کو اس شعبہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ معتمد تعلیم نے ایک مکمل لائحہ عمل اور درسی اور عملی مشقوں کا پروگرام پیش کیا۔ حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء مدظلہٗ نے رہنمائی اور آپ کے بتائے ہوئے خطوط میں اور دعا سے اس علمی کام کی ابتدا ہوئی۔

۲۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ سے ۹؍ صفر تک اساتذہ کو تربیتی درس دیئے گئے اور انھوں نے معہد دارالعلوم میں تین ہفتے ایک ہفتہ ٹہیت مئو میں اور ایک ہفتہ مدرسہ مظہر الاسلام بلوچپورہ میں پڑھانے کی مشق کی ابتدائی مرحلہ کے اسا... کی ٹریننگ تھی جس میں صرف، نحو، اور ڈ... تمہید عربی پڑھانے کی مشق کرائی گئی اور ابتدائی درجات میں تفسیر و فقہ کی کتابوں کے پڑھانے کے اصول بتائے گئے۔ اس تربیتی پروگرام میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدرسہ جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے دو اساتذہ اور ایک استاد مدرسہ مظہر الاسلام کے اور دو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ابتدائی درجات کے مدرسین شریک ہوئے۔ ثانوی درجات کے لئے نصاب چھ ہفتوں میں ختم ہوگا۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے آٹھ ہفتوں کے پروگرام تیار کئے گئے ہیں جو اس سال انشاء اللہ مکمل ہوں گے۔ یہ ابتدائی کام ہے اور یہ انشاء اللہ آئندہ تعلیمی سال سے یہ ایک مستقل مدرسہ ہوگا جس میں ایک سال کا تربیتی نظام قائم کیا جائے گا، سردست اس کے لئے نہ کوئی دفتر قائم کیا گیا ہے نہ تعلیم کا کوئی حصہ مخصوص ہے۔ حسب ضرورت انتظامات ہوتے رہیں گے۔

تعمیری ضروریات:۔ تعمیری و ترقیاتی اسکیموں میں ہماری اشد ترین ضرورت ایک قاعۃ المحاضرات (آڈیٹوریم) کی ہے جس میں ایک ہزار نشستوں کا انتظام ہو۔ وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے اب تک نہیں تیار ہوا ہے۔ آپ کی دعاؤں اور توجہات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام اولین فرصت میں انجام دلائے۔

دوسری ضرورت مرکزی مسجد کی مزید توسیع کا کام ہے جس کا نقشہ تیار ہو چکا ہے، مالی وسائل کی کمی پوری ہو جائے تو اس توسیع کا کام شروع کیا جائے۔

مالی وسائل کے ساتھ افراد کی کمی بھی قابل شکوہ ہے اور یہ شکایت ہر جگہ ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اب تک اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کی سرپرستی میں کام کو جس قدر وسیع کر رہا ہے اسی قدر مزید خدمتوں کے میدان کھل گئے ہیں۔ نت نئے قسم کی ضروریات اور توسیع کے تقاضے سامنے آ رہے ہیں۔ وسائل کی کمی کے باوجود اللہ تعالیٰ حسن نیت اور عزم راسخ کے ساتھ آپ کے خدام کو یہ توفیق دے کہ وہ آگے بڑھیں اور منصوبہ خدمات انجام دیں۔

یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی موجودہ صورتحال کو پیش کیا گیا۔ آخر میں ہم اپنی جانب سے، اساتذہ اور کارکنان کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

موت کی یاد

ابو حامد لفاف؟ کہتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے اس کے اوپر تین چیزوں کا اکرام ہوتا ہے (۱) توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے (۲) مال میں قناعت میسر ہوتی ہے۔ (۳) عبادت میں نشاط اور دلبستگی پیدا ہوتی ہے اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے اس پر تین عذاب مسلط کئے جاتے ہیں (۱) گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے (۲) آمدنی پر راضی نہیں ہوتا (اس کو) کم ہی سمجھتا رہتا ہے چاہے کتنی ہی ہو جائے۔ (۳) عبادت میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

(تنبیہ الغافلین)

رپورٹ

دارالعلوم ندوۃ العلماء پر پولیس کا چھاپہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مہتمم صاحب دارالعلوم کی رپورٹ جو جلسۂ انتظامی منعقدہ ۱۶۵؍ جولائی ۱۹۹۵ء مطابق ۱۶؍ صفر ۱۴۱۶ھ میں پیش کی گئی۔

(ادارہ)

حضرات! گذشتہ جلسہ مجلس انتظامی اور حالیہ جلسہ مجلس انتظامی کی درمیانی مدت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مرکزی حکومت کے تحقیقاتی ادارہ کی طرف سے ۲۱-۲۲؍ نومبر ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب میں ۲ بجے دبے پاؤں مسلح چھاپہ کا افسوسناک واقعہ پیش آیا وہ آپ حضرات سے مخفی نہیں ہے، اس کی تفصیلات آپ حضرات کو اخبارات و ریڈیو کے ذریعہ پہونچی ہوں گی، ہم اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار بار شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ بدگمانی و الزام جو ہمارے پرامن علمی و تعلیمی ادارہ پر عائد کیا جا رہا تھا بے اصل بلکہ بالکل الٹا ثابت ہوا، دشمنوں کی کوشش یہ تھی کہ ندوۃ العلماء کو ایک ملک دشمن اور تشدد پسند ادارہ کی حیثیت سے ظاہر کیا جائے لیکن ثابت یہ ہوا کہ یہ ادارہ جو کہ گہوارۂ علم و دین اور مرکز تحریک انسانیت ہے، اس کے باوجود اس کے پرامن ماحول کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، سنجیدہ اور معصوم بچوں کو گولیاں لگیں اور طلباء تو طلباء سارے شہر بلکہ صوبہ اور ملک کے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے، اور اگر ندوہ کے ذمہ داروں نے مسلمانوں کے جذبات کو قابو میں رکھنے کی تلقین نہ کی ہوتی اور ان کو منضبط رہنے کے لئے بار بار نہ کہا ہوتا تو بات بہت خراب ہو جاتی اور وہ دل جو بابری مسجد کے ظالمانہ انہدام اور حکومت کی ظالمانہ بے توجہی کی وجہ سے بے چین چلے آ رہے تھے دینی و اسلامی مدارس کے ساتھ اس سلوک کو برداشت کرنے سے قاصر رہتے، لیکن حکومت نے عقل سے کام لیا اور جلد ہی اس غیر عاقلانہ کارروائی کو سنبھالنے کی کوشش کی، اولاً صوبائی حکومت نے توجہ کی اور صوبہ کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو صاحب نے فوراً وقت نکال کر ندوہ کے وفد کی بات سنی، اس کارروائی سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے فوراً تلافی کا وعدہ کیا جس کو شام تک عمل میں لے آیا گیا، وعدہ کے تین گھنٹے کے اندر گرفتار طلبہ چھوٹ کر واپس آ گئے شام تک پولیس کے کئی عہدہ دار جو اس واقعہ میں ملوث ثابت ہوئے معطل کر دیئے گئے، اور زخمی طلباء اور ٹوٹ پھوٹ کی تلافی کے لئے رقم کی پیشکش کر دی گئی، صوبائی حکومت نے مرکز سے اس چھاپے کے سلسلہ میں شکایت بھی کی، دوسری طرف حکومت میں اثر و رسوخ رکھنے والی مسلمان شخصیتوں نے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ سے بار بار رابطہ قائم کیا اور ان کو اس زیادتی کے نتائج بد سے آگاہ کیا، کرناٹک اور آندھرا میں الکشن چل رہا تھا، چھاپہ کی خبروں نے وہاں کے مسلمانوں میں بھی بے چینی پیدا کی جس کے نقصان کا احساس مرکزی ذمہ داروں کو بھی ہوا، بہرحال مرکزی حکومت نے اپنے سینیر داخلہ سکریٹری کو تحقیق کے لئے بھیجا اس کی تحقیق سے مرکزی تحقیقاتی ادارہ کی غلطی ثابت ہوئی، چنانچہ مرکزی حکومت نے بھی کارروائی کی، اور واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء واقعہ کی دھمکے سے دو روز بند رہا، پھر حسب معمول اس میں تعلیمی نظام جاری ہو گیا، ذمہ داروں نے محسوس کیا کہ اندھیری رات میں جب کہ عموماً سب سونا پڑا ہوا تھا، پولیس کے اس مسلح حملے کے نتیجہ میں جمع ہو جانے والے طلباء غصہ میں آ کر ایک ڈھیلا بھی پولیس پر چلا دیتے یا پولیس کے گھیرے کو توڑنے کی کوشش میں ٹکراؤ کا طریقہ اختیار کرتے جیسا کہ تمام دنیا کے تعلیمی اداروں کا چلن ہے تو پھر پولیس کیا کرتی یہ بتانا مشکل ہے، جبکہ نہ کرنے پر بھی گولی چلائی گئی، خطرہ تھا کہ دوسرے دن اخباروں اور ریڈیو پر موٹی موٹی خبریں ہوتیں کہ ندوہ کے لڑکوں اور پولیس میں لڑائی، پولیس کے اتنے آدمی زخمی ہوئے، اتنے دہشت گرد پکڑے گئے، اور ندوہ کو دہشت گردی کا اڈا قرار دیدیا جاتا اور پھر وہ سب ہوتا جو ٹاڈا اور میسا جیسے ضوابطہ کے جھنڈے کے نیچے ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم و رحمت تھی کہ اس نے ندوہ کو ظالم و دہشت گرد کے الزام سے بچا دیا، ندوہ تو اپنے ہم مقصد اداروں میں نسبتاً ایک بڑا ادارہ ہے اس کی شہرت بگاڑ دیئے جانے کے بعد برادری کے چھوٹے ادارے سب خطرہ میں آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے سب پر فضل فرمایا، مسلمانوں کے یہ ادارے دینی و علمی لحاظ سے ملت اسلامیہ ہندیہ کے جسم میں دینی و اسلامی خون دوڑانے کا ذریعہ ہیں، حکومت سیکولر ہونے کے باعث دینی درسگاہوں کی سرپرستی نہیں کر سکتی، چنانچہ یہ ادارے ملت اسلامیہ کے اسلامی تشخص و بقاء کے لئے ضروری ہیں اور ان کی تعداد زیادہ بھی نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کے چندوں پر چلنے کی وجہ سے تھوڑے تھوڑے کے ساتھ چلتے رہیں، ہندوستان کا دستور اس کی اجازت دیتا ہے، مسلمانان ہند کا جمہوری حق ہے کہ ان اداروں

کو باقی رہنے دیا جائے لیکن مسلم دشمن فرقہ پرستی ان کے خلاف سازش کرتی رہتی ہے اور خود اپنے مذہبی ادارے مندر کے نام سے اسلامی درسگاہوں کے مقابلہ میں کئی گنا قائم کئے ہوئے ہے اور یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

مسلمانوں کے ان اداروں میں سے مشہور ادارے خاص طور پر دار العلوم دیوبند، دار العلوم ندوۃ العلماء انگریزوں کے غلامی کے دور میں بدیسی حکومت کے ظالمانہ رویے کے اثر سے ملک کو بچانے کے لئے اور ملت اسلامیہ کے مذہب اور ثقافت کی حفاظت کے لئے قائم ہوئے تھے، آج ان کو سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، ان کی وطن دوستی اور جنگ آزادی میں قیمتی تعاون کوئی مخفی امر نہیں ہے، دار العلوم دیوبند کے فرزندوں نے آزادی کی لڑائی کے لئے زبردست قربانیاں دیں، ان میں سے متعدد حضرات نے بدیسی طاقت کے ظلم کو اپنے دیگر ہم وطن بھائیوں سے زیادہ جھیلا اور پھر آزادی ملنے پر اس کا صلہ بھی نہیں طلب کیا اور آزاد حکومت سے اپنے تعلیمی نظام کو چلانے کے لئے کوئی مالی مدد لی، ندوۃ العلماء کے فرزندوں اور ذمہ داروں نے بھی برطانی حکومت کی زیادتی کو برداشت کیا، اس کے بعض ذمہ داروں کو ہجرت کرکے حجاز چلا جانا پڑا ۱۹۴۲ء کے موومنٹ (MOVEMENT) میں بھی اس کے فرزندوں نے حصہ لیا اور پھر آزادی کے بعد حکومت سے کوئی دنیاوی و مادی فائدہ نہیں حاصل کیا حتی کہ اپنی سند کو بھی تسلیم کرانے کی کوشش نہیں کی، ندوہ کی تعلیم اور معیار کو ملک کے باہر کئی ملکوں کی وزارت تعلیم نے تسلیم کیا وہاں کی یونیورسٹیوں نے اور خود ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے ندوہ کی اسناد کو تسلیم کیا۔ لیکن حکومت نے توجہ نہیں کی ندوہ نے شکایت بھی نہیں کی۔

یہ ادارے اپنی شاندار تاریخ اور بین الاقوامی شہرت کی بنا پر ملک کے لئے فخر و عزت کا باعث تھے لیکن ملک کی مسلم دشمن، فرقہ پرور پارٹیوں کے سیاسی تگ و دو سے حکومت متاثر ہوتی رہی، بابری مسجد کے انہدام کے بعد ان مسلم دشمن طاقتوں کا نشانہ مسلمانوں کا دینی تعلیمی نظام بنا اور حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے وہ بے توجہی رہی جو بابری مسجد کے انہدام کے موقع پر ہوئی، یو پی کے بے شمار دینی ادارے حکومت کے تحقیقاتی ادارہ کے کارکنوں کی طرف سے پریشان کئے جانے لگے، کسی پر یہ الزام لگایا جاتا کہ یہاں پاکستان کے جاسوس آکر چھپے ہیں، کسی پر یہ الزام لگتا کہ یہاں سے کشمیر کو دہشت گرد بھیجے جاتے ہیں کسی پر یہ الزام لگتا کہ مسلمانوں کو دہشت گردی کی یہاں ٹریننگ دی جاتی ہے، یہاں دہشت گردی کا سامان ہے، پھر چھوٹے اداروں سے بڑھ کر توجہ دیوبند اور ندوہ کی طرف ہوئی، پہلے تو یہ سوال ہوا کہ آپ کے یہاں بنگلہ دیشی جو پڑھنے آتے ہیں وہ کون ہیں کیا ہیں؟ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ باہر سے آپ کے روابط کیا ہیں؟ اسی درمیان میں چند اغوا کاروں نے چار غیر ملکیوں کو دہلی میں اچانک یرغمال بنا لیا، پولیس نے پتہ چلا کر سہارنپور میں ایک مکان پر چھاپہ مارا اور ان کو چھڑا لیا، لیکن اغوا کاروں نے گولی چلا کر ایک پولیس افسر کو ختم کر دیا اور خود بھاگ گئے، پولیس نے چھان بین کر کے بعض کاغذات اور کتابیں پکڑیں، ان پر جو نام دیکھے جو نشان دیکھے اس پر تحقیق شروع کر دی، دیوبند کے بھی بعض طلباء کو تحقیق کے لئے لے گئے، ندوہ بھی تحقیق کے لئے آئے، انھوں نے جو نام بتائے ندوہ کے دفتر نے ان ناموں کو رجسٹروں میں دیکھ کر جو نام ملتے جلتے ملے تحقیقاتی ذمہ داروں کو ان کی حقیقت اور برأت بتائی اور وہ مطمئن ہو کر چلے گئے، وہ ندوہ کے ذمہ داروں کے رویے سے بظاہر مطمئن ہوئے اور اظہار بھی کیا کہ ان کے لئے یہاں اب کوئی تلاش و شبہ کی بات نہیں ہے، لیکن اس کو دس روز بھی نہیں گذرے تھے کہ رات کو ڈھائی بجے چھاپہ ڈالا گیا، جو بعد میں معلوم ہونے والی معلومات کی رو سے تیس چالیس گاڑیوں کے قافلے کے ذریعہ تھا، ندوۃ العلماء کے وسیع خطہ کو گھیر لیا گیا، پھر مرکزی پھاٹک زبردستی کھلوا کر پولیس اور تحقیقاتی افراد چوکیدار کو اپنے ساتھ لے کر ٹھیک ایک کمرہ پر خاموشی سے جا پہنچے وہ کمرہ ۲۰ اطہر ہاسٹل دوسری منزل میں تھا وہاں دروازہ کھلوانے بلکہ طاقت کے زور سے کھولنے کی کوشش کی، اندر چھ لڑکے تھے، اتنی دیر رات میں دروازہ کھلوانے سے سہم گئے تھے، انھوں نے نہیں کھولا اور خاصی دیر لگائی، لیکن جب پولیس نے دروازہ توڑنے کی کوشش کی اور کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر سنگینیں دکھائیں، تو ان بچوں نے دروازہ کھول دیا، دروازہ کھلتے ہی پولیس کے لوگ اندر داخل ہوئے، کتابیں اور کاغذات سمیٹ کر بورے میں بھرے اور لڑکوں کو ہتھکڑی لگا کر فوراً لے جانے لگے، اتنی دیر میں دیگر کمروں اور ہوسٹلوں سے طلباء اور نگراں پہونچ گئے جن کو پولیس نے بہت روکا لیکن وہ یہ کہتے رہے کہ ہمارے بھائیوں کو آپ کس جرم میں پکڑ کر لے جا رہے ہیں، ذمہ داروں سے تو پوچھ لیجئے اور راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اس پر پولیس نے گولیاں چلائیں جو عام طور پر دیوار میں لگیں، لیکن بعض گولیاں ایسی چلائی گئیں کہ وہ سیدھی گئیں اور کئی لڑکوں کو لگیں جو زخمی ہو گئے، اس کی وجہ سے لڑکے ذرا ہٹے اور پولیس والے گرفتار لڑکوں کو لے گئے وہاں اپنے خاص دفتر میں صبح تک رکھ کر ہر طرح دریافت کرتے رہے، ان کا کہنا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی لڑکا خورشید رہتا ہے یا رہتا تھا، انھوں نے بتایا کہ ہمارے کمرے میں برسوں سے اس نام کا کوئی لڑکا نہیں رہا ہے اور ہم لوگ کسی بھی غلط کام سے دور ہیں، مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہمارے بڑے ہم کو انسانیت کی خدمت کی تعلیم دیتے ہیں چنانچہ "پیام انسانیت" تحریک کا دفتر بھی یہاں قائم ہے،

جس کے صدر ہمارے ناظم اعلیٰ مولانا علی میاں صاحب ہیں جو جگہ جگہ ہندو مسلم میل ملاپ، ملک کی سالمیت اور امن کے فروغ کی تلقین کے لئے جلسے کرتے ہیں جس میں ہندو مسلم سکھ عیسائی سب شریک ہوتے ہیں آپ لوگ بلا وجہ پریشان ہو رہے ہیں اور پریشان کر رہے ہیں، لیکن وہ پوچھتے رہے اور سختی کے بعض اشارے بھی دیئے، لڑکوں نے بتایا کہ راستے میں آرڈر آ گیا اور ہم کو صوبائی پولیس نے ندوہ پہونچا دیا، لڑکے نیند سے اٹھا کر لے جائے گئے تھے، تہمدوں اور بنیائنوں میں تھے، اس حالت میں دوپہر کے وقت واپس آئے، شہر میں خبر چونکہ آگ کی طرح پھیل گئی تھی، اس لئے مسلمان عوام و خواص کثرت سے ندوہ میں جمع ہو چکے تھے، اور مسلمانوں کا اور طلباء کا اشتعال بڑھتا جا رہا تھا، جس کو تھامنا مشکل ہو رہا تھا، طلباء کے صحیح و سالم آجانے سے اشتعال میں کمی آئی۔

رات کے واقعہ کے وقت میں اتفاقاً ندوہ کے مہمان خانہ میں تھا، اچانک دروازہ تیز کھٹکھٹانے کی آواز آئی کھولنے پر ایک طالب علم گھبرا گھبرا کر کہہ رہا تھا، پولیس آ گئی ہے اور لڑکوں کو مار رہی ہے اور کچھ نہیں بتاتی کہ کیوں؟ میں نے فوراً دیگر رفقاء سے رابطہ قائم کیا، معلوم ہوا کہ معتمد تعلیم صاحب اور نائب مہتمم صاحب کو بھی معلوم ہو گیا ہے اور وہ گھر سے باہر آ گئے ہیں، نائب مہتمم صاحب کی رہائش گاہ چونکہ اس کمرے سے قریب تھی وہ شور سنکر اس کے قریب بھی پہونچ گئے تھے، لیکن پولیس نے ان سے بدتمیزی کی اور آگے نہیں جانے دیا، ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی کہ پولیس کی گولیوں کی آوازیں آئیں اور یہ محسوس ہوا کہ یہاں یقیناً کئی لاشیں گر گئی ہوں گی اب ایک ہی تدبیر رہ گئی تھی کہ حکومت سے ربط رکھنے والے جو بھی ہمارے واقف کار ہیں ان سے فوراً رابطہ قائم کیا جائے، چنانچہ اقلیتی کمیشن کے چیرمین احمد حسن صاحب، وزیر اوقاف محمد اعظم خاں صاحب اور شہر کے بعض حکام رس حضرات جیسے ڈاکٹر یونس نگرامی صاحب و دیگر لوگوں کو بتایا گیا اور متوجہ کیا گیا، ان حضرات نے واقعی تعاون کیا، چیرمین صاحب اور وزیر اوقاف صاحب کی کوششوں کے نتیجہ میں وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ صاحب سے ندوہ کے وفد کو ملنے کا وقت مل گیا، جبکہ وہ انتخابی دورے پر کرناٹک جا رہے تھے دو گھنٹے رک گئے اور وفد نے ملاقات کی، وفد میں معتمد تعلیم مولانا عبد اللہ عباس صاحب اور میں تھا، ڈاکٹر یونس نگرامی بھی ساتھ تھے، ملائم سنگھ صاحب سے میری براہ راست بات ہوئی اور انھوں نے واقعہ کی سنگینی کو بلا تردد تسلیم کیا اور کہا بلا تاخیر جو کیا جا سکتا ہے میں کرتا ہوں، اور بتایا کہ یہ مرکز سے آئی ہوئی پارٹی نے کیا ہے، مجھ سے چھپایا گیا، سکریٹری داخلہ سے انھوں نے میرے سامنے دریافت کیا کہ تمہارے علم سے یہ ہوا انھوں نے کہا کہ مرکز سے تحقیقی ادارہ کے لوگوں کا آنا اور مدد کے لئے پولیس طلب کرنا میرے علم میں آیا تھا اور یہ معمول کے مطابق ہوتا ہے، لیکن یہ کہ کہاں کارروائی کرنا ہے مجھ کو نہیں بتایا گیا، بہرحال ملائم سنگھ صاحب کی طرف سے توجہ کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ مسئلہ کے رکھ تھام میں جلدی ہو گئی، ملائم سنگھ صاحب نے کہا کہ طلباء کو مرکزی لوگوں نے پکڑا ہے اور وہ ان کو اپنی کسی مخصوص جگہ پر لے گئے ہیں ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان سے ان کو واپس حاصل کیا جائے چنانچہ ان کی یہ کوشش بھی مؤثر ہوئی اور طلباء دوپہر سے قبل ندوہ واپس آ گئے، واپسی کے قبل کئی گھنٹہ تک وہ تحقیقی عمل میں رہے تھے، ان کو خوف و دہشت کی آوازیں بھی سنائی گئیں کہ وہ ڈر کر کوئی ایسی بات کہہ دیں جو ان لوگوں کے مطلب کی ہو، لیکن ان کو کوئی ایسی بات نہیں مل سکی، چنانچہ انھوں نے کہا کہ ہم جس کی تلاش میں آئے تھے وہ نہیں ملا، اب تم کسی ایسے لڑکے کا نام بتاؤ جو دہشت گردی کرتا ہو، طلباء نے کہا کہ ایسا کوئی طالب علم ہمارے یہاں نہیں ہے ہم کیسے بتا سکتے ہیں، انھوں نے کہا کچھ تو بتاؤ، بہرحال کسی دوسرے مرحلے کے شروع ہونے سے قبل طلباء کو واپس کرنے کی کوشش کامیاب ہو گئی صوبائی تحقیقی ادارہ کے لوگوں اور مقامی پولیس کے افسروں سے ملاقات پر جب میں نے ان سے کہا کہ ہمارے دفتر نے اور ہم نے آپ کو تحقیق کے موقع پر پورا تعاون دیا حکومت کی طرف سے اگر کسی بات کی تحقیق جمہوری طریقے سے ہوتی ہے تو ہم برابر تعاون دیتے ہیں، لیکن آپ لوگوں نے یہ حرکت کیوں کی جو چوروں اور ڈاکوؤں کو پکڑنے کے لئے کی جاتی ہے، انھوں نے کہا کہ مرکزی پارٹی نے ہم کو مجبور کیا، بہرحال جو بھی ہو یہ بات ضرور ہے کہ صوبہ کی حکومت نے اصلاح حال میں تیزی دکھائی اور فوراً ہمدردی کی۔

ندوۃ العلماء کے اس واقعہ کی گونج صرف ہندوستان ہی نہیں ساری دنیا میں ہوئی، کثرت سے فیکس، تار ہمدردی اور غصہ کے وصول ہوئے جو مرکزی حکومت کو بھی بھیجے، ہندوستان اور بیرون ہند کے اخباروں نے بھی لکھا، اور سب نے حکومت کے اس فرقہ وارانہ انداز کی مذمت کی، پارلیمنٹ میں آواز اٹھائی گئی، اس کا یہ اثر ہوا کہ بعض مرکزی وزیر فون پر اور بعض بنفس نفیس آکر حضرت ناظم صاحب مدظلہ سے ملے اور افسوس کا اظہار کیا، اور صوبائی وزیروں میں سے بہت سے وزیروں نے آکر پرسہ دیا اور ہمدردی کی، ملائم سنگھ صاحب بھی کرناٹک کے دورے سے واپسی پر حضرت مولانا سے ملنے آئے، اور انھوں نے یہ بھی بتایا کہ میں نے ہدایت کر دی ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارہ میں پولیس بغیر سربراہ ادارہ کی اجازت کے نہ داخل ہو اور ہمدردی کا اظہار کیا، مرکز کے اہم وزیروں نے بھی یقین دہانی کی، ان باتوں کا الحمد للہ یہ اثر ہوا کہ ملک کے وہ چھوٹے چھوٹے ادارے جہاں برابر تحقیق کے لئے حکومتی لوگوں کی آمد ہوتی تھی، اس پریشانی سے محفوظ ہو گئے، اور ندوہ میں بھی تحقیق کے لئے بار بار آنے کا سلسلہ فی الحال موقوف ہوا۔

مسئلے کے سلسلہ میں ذہنوں کو درست بنانے کے لئے بھی کوشش کی گئی تاکہ مسلم دشمن فرقہ پرور حلقے

جو غلط فہمیاں اور جھوٹ پھیلاتی رہتی ہیں، ان کا علاج ہوسکے، اس کے لئے حضرت ناظم صاحب مدظلہ نے پریس کانفرنس بلائی جس میں انھوں نے پہلے تو تقریر فرمائی پھر سوالات کے جواب دیئے، اس سے فائدہ یہ ہوا کہ اخبارات نے دوسرے روز اس کو دیا، اس کے علاوہ سیاسی رہنماؤں اور صحافیوں کا ایک اجتماع کیا جس میں مختلف تقریریں ہوئیں ان تقریروں میں جناب ناظم صاحب مدظلہ کی بنیادی تقریر ہوئی، پھر کانگریس کے لیڈر تیواری صاحب، کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر نیاز احمد صاحب نے سماج وادی پارٹی کے لیڈر اور وزیر نے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے مشیر قانونی سید عبدالمنان ایڈوکیٹ صاحب نے اور کچھ میں نے عرض کیا، سب نے ندوہ کو سراہا اور واقعہ کی مذمت کی اور معاملہ کی وضاحت کی، اس کی تفصیلات بھی اخبارات میں آئیں، پھر مسلم پرسنل لا بورڈ کے عاملہ کے اجتماع منعقدہ دہلی میں مسئلہ پر بحث ہوئی اور آئندہ کے لئے تدارک اور تدابیر پر غور کرنے اور کام کرنے کے لئے ایک مجلس عمل بنائی گئی، جس کے داعی ندوہ ہی کے استاد مولانا سلمان حسینی ندوی منتخب ہوئے اور تمام بڑے مدارس اسلامیہ دینیہ کے نمائندے اس میں لئے گئے، ملی کونسل کا اجتماع بھی انہی دنوں تھا، اس میں بھی غور ہوا اور کمیٹی کی تائید و توثیق ہوئی۔ پھر کمیٹی نے ایک جلسہ ندوہ میں بلایا، جس میں پروگرام طے ہوا کہ مدرسوں کے ذمہ دار وقتاً فوقتاً ایسے اجتماعات رکھا کریں جن میں اہل شہر کے مختلف طبقات کے سربرآوردہ حضرات کو بلائیں تاکہ مدرسہ کی حقیقت حال اور اہمیت سے وہ واقف ہوں اور کسی بھی خطرے کے موقع پر ان سے تائید و مدد ملے، اور ضرورت پڑنے پر ذمہ داران حکومت کو بتایا کریں کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے، اس طرح مسلم دشمن، فرقہ پرور طاقتوں کو ناکام بنانا آسان ہوگا، کیونکہ غیر مسلموں میں بھی ایسے حضرات کی کمی نہیں ہے جو حقیقت جاننے کے بعد اچھا رویہ اختیار کرسکتے ہیں۔

اس سے قبل شروع واقعہ ہی میں جب حضرت ناظم صاحب مدظلہ سے مرکزی وزراء نے رابطہ قائم کیا تھا تو انھوں نے جعفر شریف صاحب کو ایک طاقتور اور مؤثر خط لکھا تھا، اور لکھا تھا کہ یہ خط وزیر اعظم صاحب کو دکھادیں، اس کے علاوہ مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے براہ راست بھی اور حکومت کے اشخاص کے ذریعہ جن میں مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ عبدالرحمٰن انتولے اور مرکزی وزیر جعفر شریف خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انھوں نے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کو متوجہ کیا، ان حضرات کی کوششوں کا بھی اچھا اثر پڑا، چنانچہ جناب ناظم صاحب مدظلہ جب مسلم پرسنل لا بورڈ کی عاملہ میں دہلی تشریف لے گئے تھے، وزیر اعظم سے ملاقات کا نظم ہوا اور جناب ناظم صاحب نے صریح اور صاف الفاظ سے اس طرح کی کارروائیوں کی شناعت بتائی اور اپنی اور مسلمانوں کی ناگواری بتائی، وزیر اعظم صاحب نے معذرت اور افسوس کا اظہار کیا اور کارروائی کا وعدہ کیا، انہی دنوں داخلہ سکریٹری دی کے جین صاحب کی بنیادی رپورٹ پہونچ گئی تھی، لہٰذا اسی دن شام تک مرکز نے بھی متعلقہ افسران کے خلاف ایک کارروائی کی۔

واقعہ کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے ہمدردی اور قیمتی تعاون دیا، ان سب کے نام گنانا مشکل ہے ہم ان سب کے شکر گذار ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی قدر و شکر گذاری رہے گی۔

تعمیر حیات میں واقعہ کے سلسلے میں تفصیلات شائع ہو چکی ہیں وہ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

(بقیہ)

پیام انسانیت فورم کا جلسہ

باہری دنیا کا تاثر بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب میں پہلے بیرون ملک جاتا تھا تو ہمارے ملک کی تصویر بہت اچھی تھی۔ اور یہاں کے لوگوں سے بیرون ملک کے لوگ متاثر ہوتے تھے، لیکن جب سے ہندو مسلم منافرت، آپسی جھگڑوں کی آگ تیز ہوئی ہے تب سے ہمارے ملک کی روشن تصویر مسخ ہوکر رہ گئی ہے۔ اس بات کو حاضرین جلسہ خصوصیت کے ساتھ بھارتیہ جنتا پارٹی اور وشو ہندو پریشد کے نمائندگان نے سراہا۔ جلسہ کو مولانا سید مرتضیٰ صاحب خطاب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت پر زور دیا اور فرمایا کہ آئندہ آپ پیام انسانیت کے سلسلہ میں جو بھی پروگرام کریں گے ہم لوگ یقینی طور سے شریک ہوں گے۔

مولانا محمد اسحاق حسینی ندوی نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ جو ہندو یا مسلمان آپسی نفرت کو بڑھاتا ہے اور انسان انسان میں فرق کرتا ہے وہ پکا مجرم ہے۔ اسے میں نہ تو سچا ہندو سمجھتا ہوں اور نہ سچا مسلمان دراصل ایسے لوگ انسانی شکل میں درندے ہیں، انھیں سزا دینی چاہیئے۔

جلسہ میں سماج وادی پارٹی، کمیونسٹ پارٹی کانگریس، بہوجن سماج پارٹی کے اہم لیڈران اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے سابق ایم۔ایل۔اے، وشو ہندو پریشد کے بھی لیڈر شریک ہوئے۔ اور پیام انسانیت کے مشن کو عام کرنے کا عہد کیا۔

جلسہ میں مذکورہ سیاسی جماعتوں کے علاوہ علاقہ کے سبھی شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے حضرات موجود تھے جلسہ کی صدارت سناتن دھرم کے مہنت نے کی، نظامت ڈاکٹر انور حسین خاں نے کی اور جناب اخلاق حسین خاں نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا، یہ جلسہ تبلیغی جماعت کے خاص رکن مولانا محمد شریف صاحب کی پر اثر دعا پر ختم ہوا۔

عیسائیوں کے مقدس شہر روم میں ایک عظیم اسلامی مرکز کا قیام

(رپورٹ: مطیع الرحمٰن عوف ندوی)

۱۹؍جون ۱۹۹۵ء کو اٹلی کی راجدھانی روم میں یورپ کے سب سے بڑے اور خوبصورت اسلامی مرکز کا افتتاح ہوا، یہ یورپ کے اندر اسلامی ثقافت و تمدن کا سب سے بڑا اور عالیشان مرکز ہے جو تیس ہزار مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس عظیم اسلامی مرکز کے لئے اراضی خود حکومت اٹلی نے خاص طور سے مسجد کے لئے ۱۹۷۵ء میں فراہم کی تھی۔ اس کے علاوہ حکومت نے مسجد اسٹریٹ کے نام سے ۹۰۰ میٹر لمبی سڑک بھی بنوائی ہے، جس کے مصارف کا اندازہ ۱۵ ملین ریال لگایا گیا ہے۔ یہ مرکز ایک مسجد (جو دو ہزار نمازیوں کے لئے کافی ہے اور اس کا وسیع بیرونی صحن بھی دو ہزار نفوس کی گنجائش رکھتا ہے) اور اس کے ساتھ ایک مدرسہ اور لکچر ہال (جس میں پانچ سو افراد کی گنجائش) کے علاوہ دفاتر، مہمان خانہ، میوزیم اور پارک وغیرہ پر مشتمل ہے، چونکہ ویٹیکن سٹی عیسائیوں کا مقدس ترین شہر ہے۔ اور عیسائیوں کے سب سے بڑے روحانی پیشوا اور مذہبی رہنما کا مسکن بھی ہے اس شہر کی اس تقدیس کی بنا پر دنیا کے کونے کونے سے ہر سال سیکڑوں لوگ سیاحت کے لئے آتے ہیں۔ اس طرح یہ عظیم مرکز عالمی آبادی کے لئے اسلام کی نشر و اشاعت کا ایک اہم ذریعہ ہوگا۔

اٹلی کی راجدھانی روم میں اس مرکز کی افتتاحی تقریب سرکاری انداز میں منائی گئی اور تثلیث کے قلب میں توحید کے مرکز کی افتتاحی تقریب کے موقع پر بذات خود اٹلی کے صدر اوسکر یوجی اسکالوارو اور امیر سلمان بن عبدالعزیز بحیثیت نمائندہ خادم الحرمین شریفین شریک ہوئے *

اس مبارک تقریب میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک وفد اس کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر احمد محمد علی اور شیخ سلیمان عقیل جنرل سکریٹری مساجد کونسل کی قیادت میں شریک ہوا۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس مرکز کی تعمیر میں ۵۰ ملین امریکی ڈالر کا صرفہ آیا ہے جس میں ایک خطیر رقم یعنی ۱۷۰ ملین ریال تنہا سعودی حکومت نے دئے ہیں۔ اس عالی شان مرکز کی تعمیر میں تقریباً چودہ سال کا عرصہ لگا ہے

اگرچہ اٹلی کی سب سے بڑی آبادی کیتھولک عیسائیوں کی ہے جن کا مرکز روم ہے جو ویٹیکن سٹی کے نام سے مشہور ہے تاہم ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ یہاں کا دوسرا سب سے بڑا مذہب اسلام ہے اور اٹلی کی ۶ کروڑ کی آبادی میں مسلم آبادی چھ لاکھ پچاس ہزار ہے۔ روم کے اندر تعمیر ہونے والا یہ عظیم الشان خوبصورت مرکز ان مرکزوں میں سے ایک ہے جو حکومت سعودی عرب کی تحریک اور مالی تعاون سے دنیا کے مختلف حصوں میں ادھر جلد ہی قائم کئے گئے ہیں اس سے قبل میڈرڈ میں تقریباً ۲۰ ملین امریکی ڈالر کی لاگت سے ایک مرکز اسلامی کا قیام عمل میں آچکا ہے نیز یورپ کے مقدس ترین شہر جنیوا میں بھی ایک مرکز حال ہی میں قائم ہوا ہے امید ہے کہ اس سے مذہبی رواداری کو فروغ ہوگا اور دونوں مذاہب کے ماننے والوں میں مفاہمت اور تعاون کی علامت ثابت ہوگا!

نبی اکرمؐ کے بعض عوارضِ بشریت کے ظہور کی حکمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مثل دوسرے انسانوں کے شدائد جھیلنے کا اتفاق ہوا ہے تاکہ آپ کا ثواب بہت زیادہ ہو اور درجات بلند ہوں چنانچہ آپ کو مرض بھی لاحق ہوا اور درد وغیرہ کی بھی شکایت ہوئی اور آپ کو گرمی و سردی کا بھی اثر ہوا۔ اور بھوک پیاس بھی لگی۔ اور آپ کو (موقع پر) غصہ بھی آیا اور انقباض بھی ہوا اور آپ کو ماندگی و خستگی بھی ہوئی اور کمزوری و بیماری بھی ہوئی اور سواری پر سے گر کر خراش بھی آئی اور جنگ احد میں کفار کے ہاتھ سے آپ کے چہرے اور سر مبارک میں زخم بھی ہوا۔ اور کفار طائف نے آپ کے قدم مبارک کو خون آلود بھی کیا، آپ کو زہر بھی کھلایا گیا۔ اور آپ پر جادو بھی کیا گیا۔ آپ نے دوا بھی کی، پچھنے بھی لگوائے۔ جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا اور اپنا وقت پورا کرکے عالم بالا سے ملحق ہوگئے۔ اور اس دارالامتحان والبلاء سے آزاد ہوگئے (اگر یہ جسمانی تکلیف نہ ہوتی تو شاید کسی کو آپ پر الوہیت کا شبہ ہوجاتا) اس کے علاوہ آپ کے تمام حالات و واقعات زندگی سبق آموز ہیں تاکہ مصائب میں آپ کی امت کے لئے تسلی کا سبب ہو کہ جب سید الانبیاء کو بھی تکلیف پہنچی ہے تو ہم کیا چیز ہیں اور یہ عوارض مذکورہ صرف آپ کے عنصری جسد شریف پر بوجہ مشارکت نوعی کے طاری ہوتے تھے، رہا آپ کا قلب مبارک سو وہ تعلق بالخلق سے منزہ و مقدس اور مشاہدہ حق میں مشغول تھا کیونکہ آپ ہر آن ہر لحظہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے، اللہ تعالیٰ ہی میں مستغرق اور اللہ تعالیٰ ہی کی معیت میں تھے حتیٰ کہ آپ کا کھانا پینا پہننا۔ حرکت و سکون۔ بولنا۔ خاموش رہنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ یُوحَىٰ (اور آپ نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے)

(نشر الطیب)

ایک مطالعہ

تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم

پروفیسر وصی احمد صدیقی

چوتھی و آخری قسط

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کو بیعت کرنے کے بعد تحریری اجازت نامہ بھی حوالہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ اس اہم ذمہ داری سے کیسے عہدہ برآ ہوں گے۔ خواجہ فردوسیؒ نے اطمینان دلایا کہ یہ معاملہ اشارہ غیبی ہے۔ رخصت کیا اور فرمایا کہ راستہ میں اگر کوئی خبر سننے میں آئے تو واپس نہ ہوں۔ ابھی دو منزل طے کی تھی کہ حضرت کے انتقال کی خبر ملی لیکن حسب ہدایت لوٹے نہیں۔ جب آپ بہیا پہنچے اور مور کی آواز سنی تو دل میں ایک ہوک اٹھی، جنگل کی راہ لی اور روپوش ہو گئے۔

آپ ۱۲ برس تک بہیا کے جنگل میں رہے اور آپ کو راجگیر کے جنگل میں بھی دیکھا گیا۔ یہ بارہ برس کا عرصہ ریاضات و مجاہدات و خلوت و مراقبہ۔ تحیّر و سرگشتگی اور بے خودی اور سرمستی میں کٹا۔

اس زمانہ میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ایک خلیفہ جو بہار میں رہتے تھے ان کو ملاقات کا شوق ہوا۔ وہ اور بہت سے معتقدین جنگل میں جا کر ان سے ملتے تھے مگر جنگل کی خطرناکی سے حضرت کو فکر ہوئی۔ اس کا حل ڈھونڈھا گیا۔ چنانچہ بیرون شہر جہاں آج آپ کی خانقاہ ہے وہاں دو چھپر ڈالے گئے۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر وہاں نشست فرماتے، پھر مولانا نظام الدین (خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ) نے مجد الملک صوبیدار بہار سے اجازت لے کر ایک پختہ عمارت بنوا دی۔ مولانا نظام الدین اور حضرت خواجہ کے مریدین کے اصرار پر سجادہ پر تشریف لائے اور فرمایا:۔

"دوستو! تمہاری نشست و برخاست نے مجھے اس بت خانہ میں بٹھایا"

سلطان محمد تغلق نے صوبہ دار بہار کے نام فرمان لکھا کہ شیخ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی جائے اور پرگنہ راجگیر فقراء خانقاہ کے خرچ کے لئے ان کے حوالہ کیا جائے۔ اگر وہ قبول نہ کریں تو زبردستی قبول کرایا جائے۔ صوبیدار بہار کی عافیت کی خاطر حضرت نے اس کو قبول کر لیا۔

۷۲۴ھ سے ۷۸۲ھ تک (جس میں آپ کی وفات ہوئی) کا زمانہ خلق خدا کی ہدایت و ارشاد اور طالبین کی تعلیم و تربیت میں گزرا۔ اس کا ذریعہ حضرت کی مجالس ہوتی تھیں اور دوسرا ذریعہ آپ کے مکتوبات تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ شاید کسی اور نے اپنے زورِ قلم سے ایسا عظیم الشان، انقلاب انگیز اور دیرپا کام نہیں کیا۔ خانقاہوں میں ان کا درس دیا گیا اور شیوخ کبار نے ان کی تشریح کی۔ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی ان میں ایسی ہی تاثیر و زندگی موجود ہے۔

صفات و خصوصیات

آپ کی نمایاں صفت جو آپ کا مزاج بن گئی تھی وہ صفت نیستی اور فنائیت ہے۔ آپ کے مکتوبات کے لفظ لفظ سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا تھا:۔

"آخر ما جیب تمنا تہی"

فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ نہ اس دنیا میں میرا نام و نشان رہے نہ اس دنیا میں۔ ایک مکتوب میں اپنے حال اور کیفیت کا اس طرح اظہار کیا ہے:۔

"اے بھائی جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم اور آہ و فغاں نہیں کرتا وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے"

ایک دوسرے مکتوب میں لکھا ہے:۔

"جب کہ تو اپنے یا اپنے مولا کے دروازہ پر حلقہ زن ہے تو مٹی کو مٹی اور تمام دعاوی سے پاک و صاف ہونا چاہئے۔ اگر تو ہزاروں شاہانہ تاج بھی اپنے سر رکھ لے لیکن جو خاک کی اصلیت ہے یعنی چہرہ گدائی اور رنگ بے نوائی اس کو تو کیا کرے گا۔ گرد پانی سے دھل جایا کرتی ہے لیکن اصلی رنگ و روپ پانی سے نہیں دھلتا"

اس فنائیت کا قدرتی اور لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مدح و ذم خلائق آپ کے حق میں یکساں تھے ؎

گرفتار کمند خوبرویاں
نہ از مدحت خبردار و نہ از ذم

آپ کرامت کے اظہار سے بیزار تھے، اور شکستگی اور بینوائی ظاہر کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی کام یا کسی حاجت کے لئے مدد طلب کرتا تو اس کو میراں جلال دیوانہ کے سپرد کر دیتے۔

علوئے اخلاق

صاحب مناقب اصفیا نے لکھا ہے:۔ "اخلاقِ شیخ شرف الدین مانند اخلاق نبی بود"۔ ایک مکتوب میں آپ نے لکھا ہے:۔ "جو کوئی شریعت کی پیروی میں جتنا راسخ زیادہ ہے اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہے اور جو جتنا خوش خلق زیادہ ہے بارگاہِ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے۔

رحمت و شفقت

آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ خود آپ کی تفسیر ہے:۔ "اس کی رحمت و شفقت کا آفتاب ہر ایک پر چمکتا ہے۔ خود نہیں کھاتا۔ لوگوں کو کھلاتا ہے۔ خود نہیں پہنتا لوگوں کو پہناتا ہے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کا شفیع ہوتا ہے۔ وہ شفقت میں آفتاب کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح دوست پر چمکتا ہے اسی طرح دشمن پر۔ تواضع میں زمین کی طرح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اس پر بسیرا رکھتی ہے۔

اس مزاج کا یہ نتیجہ تھا کہ اگر کسی کے متعلق گناہ یا کوتاہی کے متعلق اطلاع ملتی تو اس کی تاویل فرماتے ایک دن ایک شخص نے آگے بڑھ کر امامت کی اور آپ نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ یہ شخص شرابخوار ہے۔ آپ نے کہا ہر وقت نہیں پیتا۔ لوگوں نے کہا ہر وقت پیتا ہے فرمایا رمضان میں نہیں پیتا ہوگا۔

دنیا سے بے لوثی و بے تعلقی

آپ نے بہار کے صوبیدار کو محمد تغلق کے عتاب سے بچانے کے لئے جو جاگیر بادل ناخواستہ قبول کر لی تھی وہ فیروز تغلق کے عہد میں واپس کر دی۔ پھر خانقاہ کی تعمیر سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔

علوئے ہمت

ایک خط میں بڑے ولولہ انگیز طریقہ پر علوئے ہمت کی تعلیم دیتے ہیں تو کتنا ہی پست ہمتی ہمت کو بلند رکھ بھائی۔ مردوں کی ہمت کے بوجھ کو آسمان و زمین عرش و کرسی، بہشت و دوزخ نہیں اٹھا سکتے۔

امر بالمعروف اور مسلمانوں کے حالات و معاملات کی فکر

آپ شاہان وقت سے کبھی کبھی خط و کتابت فرماتے اور ان کو عدل گستری، مظلوموں کی حمایت اور حفاظت کی طرف متوجہ کرتے۔ ایک شخص کے مال کے تلف ہونے پر آپ نے سلطان اشرف فیروز شاہ کو خط لکھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار کی چند حکایتوں اور احادیث نقل کرنے کے بعد جو ظالموں اور مظلوموں کے متعلق ہیں تحریر فرمایا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"

اس راہ کے سالکین اپنے مقامات میں جس قدر ترقی کرتے ہیں ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور اتباع کامل کی اہمیت کا انکشاف اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کہہ دیجئے (اے رسول) کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا"

وفات

چہارشنبہ کا دن تھا اور ۵ رشوال ۷۸۲ھ کی تاریخ میں حاضر خدمت ہوا۔ بہت سے لوگ جمع تھے آپ نے زبان مبارک سے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لوگوں سے بھی اسے کہلوایا۔ پھر حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا اور حاضرین سے بھی اسے پڑھنے کو کہا۔ چاشت کے بعد اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول ہوئے، باآواز بلند الحمد للہ کہنے لگے۔ فرماتے تھے خدا نے کرم کیا۔ پھر حجرے سے صحن میں تشریف لائے پھر حاضرین میں ہر ایک کی طرف اشارہ کیا اور ہر ایک کے ہاتھ اور داڑھی کو بوسہ دیا۔ پھر شعر پڑھا ؎

خدایا رحمت دریائے عام است
از انجا قطرۂ برما تمام است

حاضرین سے کہا کل تم سے سوال کریں تو کہنا "لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ" لائے ہیں۔ اس اثنا میں بہت سے لوگ آئے۔ ہر ایک سے توجہ اور محبت کا اظہار کیا۔ تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے۔ دعا پڑھی پھر آواز بند ہو گئی اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ یہ واقعہ ۶ رشوال ۷۸۲ھ عشاء کی نماز کے وقت کا ہے۔ اگلے روز نماز چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ یہ بیان شیخ زین بدر عربی کا ہے۔ نماز جنازہ شیخ اشرف جہانگیر سمنانی نے پڑھائی۔ قبر کچی ہے اور اس کے اوپر کوئی گنبد نہیں ہے۔

اولاد و اعقاب

مخدوم کی صلبی اولاد کا سلسلہ ایک پوتی سے جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادے شاہ ذکی الدین نے آپ کی حیات ہی میں ایک لڑکی یادگار چھوڑ کر قضا کی۔ اس لڑکی کا بیاہ شیخ نجیب الدین فردوسی کے بھتیجے سے ہوا۔ ان کی اولاد اور مخدوم صاحب کے بھائیوں سے خاندانی سلسلہ چلا۔

حضرت کے مریدوں کی تعداد بے حد کثیر تھی حضرت کثیر التصنیف بزرگوں میں تھے لیکن بہت سی تصنیفات ضائع ہو گئیں۔ آپ کی سب سے بڑی یادگار اور آپ کے علوئے مرتبت اور مقام تحقیق و اجتہاد کا سب سے بڑا مظہر آپ کے مکتوبات ہیں۔ ان مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے محققین و عارفین کے علم و فکر کی رسائی کن بلندیوں تک ہے۔ یہ مکاتیب زورِ قلم، حسنِ بیان اور انشاء کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بعض اہل دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے وہ ان کے روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت اور سرمستی کا نتیجہ ہے۔ خواجہ میر درد نے اس پورے گروہ کی ترجمانی کی ہے ؎

جائیے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

مکتوبات

کتاب کا سب سے مشہور اور متداول مجموعہ وہ ہے جو قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسا کے نام کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں ۱۰۰ مکاتیب ہیں اور اس کے مرتب حضرت مخدوم کے معتمد خاص شیخ زین بدر عربی ہیں۔ دوسرا مختصر مجموعہ مکتوبات جوابی

کے نام سے علاحدہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ۲۸ مکاتیب ہیں۔ تیسرے مجموعے کے مکتوب الیہ بہت سے لوگ ہیں۔ اس میں ۱۵۳ مکتوبات ہیں......... یہ مکتوبات صرف ذہانت، وفورِ علم اور غور و مطالعہ کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اس کے ذاتی تجربات اور ذوق و یقین کا نتیجہ ہیں۔

خدا کے علوئے بارگاہ، شانِ بے نیازی، اس کی کبریائی، جلال و جمال، مومن کا خوف و رجا، عارفین اور واصلین بارگاہ کے ناز و گداز، سرور و اندوہ، دریائے رحمت کی طغیانی، توبہ و انابت الی اللہ کی ضرورت پر جو کچھ لکھا گیا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی محرمِ راز اور آشنائے حقیقت لکھ رہا ہے۔ اسی طرح مرتبہ انسانیت کی رفعت و بلندی، قلب انسانی کی عظمت محبت کی قدر و قیمت، انسان کی بلند پروازی، دور رسی، مشکل پسندی اور عنقا طلبی کے متعلق جو طاقتور مکتوبات لکھے گئے ہیں وہ اعلیٰ ترین تحریرات میں شامل ہونے کے قابل ہیں۔ اہل طریقت کی جن غلطیوں پر تنبہ کیا گیا ہے اور شریعت کی ضرورت، تکالیف شرعیہ کے ہمیشہ باقی رہنے، نبوت کی ولایت پر ترجیح اور مقام نبوت کی عظمت کے متعلق جو کچھ تحریر ہوا ہے اس کی قدر و قیمت اور افادیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس عصر اور ماحول کا جاننا ضروری ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا تمام تر کارنامہ یہی نہیں ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے باشندوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ معرفت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی ضرورت و اہمیت دل نشیں کی۔ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشق الٰہی اور خدا طلبی کی حرارت پیدا کر دی اور سلوک و معرفت کے اسرار و نکات اور لطیف اور بلند علوم کا اظہار فرمایا بلکہ دوسرے مصلحین کی طرح ان کا یہ عظیم و روشن کارنامہ ہے کہ انھوں نے بر وقت دین کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کو غالی صوفیوں کی بے اعتدالیوں، ملحدین کی تحریفات اور باطنیت اور زندقہ کے اثرات سے محفوظ رکھا اور ان مغالطوں کا پردہ چاک کیا جو بد اعتقاد صوفیوں، جاہل مشائخ، فلسفہ و باطنیت سے متاثر اشراقیین کی دعوت و تبلیغ سے عوام پر اثر انداز ہوتے تھے۔

اب میں حضرت کے چند ہندی دوہوں پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

شرفا بھٹکا مت پھرے اور جت مت کرے اداس
سائیں بے سر پر میں کر جیوں پھولن میں باس

شرفا گور ڈراونی اور تس اندھیاری رات
واں نہ کوئی پوچھے کہ کون تو ہاری ذات

جر کتا در در پھرے در در دُر دُر ہوئے
ایک در کو تھام لے کہے نہ دُر دُر کوئے

حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

وکیل محمد شریف پرتاپ گڈھی

عطا تجھ کو ہوا وہ ذات حق سے بال و پر ساقی
کہ ہے سارے جہاں میں دین کا جاری سفر ساقی

دیارِ بحر و بر اب تیری ضو باری کو ترسے گے
قیامت تک تجھے ڈھونڈیں گے اب شمس و قمر ساقی

ترے دیدار کو امت کی اب آنکھیں ہیں
ہماری دسترس سے دور ہے اب تیرا گھر ساقی

گذر جاتے تھے دن دعوت میں راتیں آہ و زاری میں
خوشا وقتیکہ تو عالم کا تھا میرِ سفر ساقی

بظاہر بے خبر تھا شر پسندوں کی شرارت سے
حقیقت ہے کہ رہتا تھا ہر اک سے باخبر ساقی

تو اپنے دوستوں کا دوست دشمن کا بھی شیدائی
تری پاکیزہ سیرت کس قدر تھی بے ضرر ساقی

ترے جانے سے افسردہ ہے امت دیکھئے کیا ہو
اندھیرا چھا گیا، ہے راستہ زیر و زبر ساقی

دعاؤں سے تری دل میں ہمارے کتنی ڈھارس ہے
بھرا کرتا تھا بن کر تیرا منظورِ نظر ساقی

جہاں کو قوتِ فکر و عمل کی مشعلیں دے کر
سوئے فردوس اعلیٰ ہو گیا تیرا سفر ساقی

نگاہوں سے تری جود و کرم کیسا برستا تھا
جو دل میں تھا، دکھاتی تھی وہی تیری نظر ساقی

تری ہر بات علم و معرفت کا بحرِ بے پایاں
تری اک اک ادا گویا تمیزِ خیر و شر ساقی

سبق ذکر الٰہی کا دیا رطب اللساں رہ کر
تری بیعت، ارادت موجبِ خیر بشر ساقی

شہِ الیاسؒ و یوسفؒ کی جہاں میں جانشینی کی
حضورِ پاک کی دعوت کا تھا پیغامبر ساقی

وکیلِ ناتواں کی ہے دعا اس ذاتِ برحق سے
بنے تیرا، کرم سے، جنت الفردوس گھر ساقی

مالیگاؤں (ناسک) میں تعمیر حیات
درج ذیل پتہ سے حاصل کریں
بک سیلر عزیزیہ
نورانی مسجد مالیگاؤں
ناسک : 423203

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

چیچنیا کے روسی یرغمالی

شعائر اسلام کے ذائقہ شناس

ریاض الدین احمد، نائب صدر دینی تعلیمی کونسل

رہا شدہ روسی یرغمالیوں نے چیچنیوں کے محاصرے میں اسلامی کردار کا مشاہدہ کیا۔ ۵۸ سالہ خاتون LUBOV NIKOLAEVN۔ چھ دن بعد جب محاصرے سے آزاد ہوئی تو اسے فاتحانہ استقبال کی توقع تھی لیکن جو لوگ۔ روسی شہر BUDYD NNOVSK کے چوک میں یرغمالیوں کے استقبال اور اپنے اپنے اعزا کی تلاش میں جمع تھے وہ اس پر فقرہ بازی اور لعن طعن کر رہے تھے اس کا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے محاصرہ کرنے والوں کی تعریف کر رہی تھی، "چیچنیوں نے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہمیں گروزنی (GROZNY) کو آزاد کر دینا چاہئے۔" یہ تھا اس کا تاثر جس کو برداشت کرنے کے لئے روسی عوام تیار نہیں تھے۔

لیکن شہر کے چوک میں ہزاروں رہا شدہ یرغمالی کچھ ایسا ہی پیغام بلیش کر رہے تھے، یہ لوگ صحافیوں کو یہ بتلا رہے تھے کہ چیچینی بندوقچیوں نے ان کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا، جبکہ زیادہ تر عورتوں اور بچوں کو انھوں نے پہلے ہی رہا کر دیا تھا۔ جو بچے رہ گئے تھے ان کے ساتھ ان کا برتاؤ رحمدلانہ تھا وہ مجروحوں کی دیکھ بھال کرتے تھے یہاں تک کہ یرغمالیوں کے لیے وہ خود اپنا خون دے رہے تھے" اکثر نے یہ بیان دیا کہ "وقار اور شرافت ان کے کردار سے ظاہر ہوتی تھی مگر وہ اپنے عزم میں سنجیدہ اور مستقل مزاج تھے۔"

صحافی کہتے ہیں کہ تقریباً سبھی یرغمالی اپنے گرفتار کرنے والوں کی تعریف میں ہم زبان تھے یہ خصوصاً روس کے شدید ناکام حملے کے بعد جب بہت سے یرغمالی زخمی ہوئے تو چیچینی افواج نے ان کی مناسب دیکھ بھال کی اور ان کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا۔

ایک پچاس سالہ یوری (YURI) نامی روسی جس کے ہاتھ میں پٹی بندھی ہوئی تھی اُس وقت زخمی ہوا جبکہ چیچینیوں نے اسے ڈھال بنا کر کھڑکی پر کھڑا کر دیا اور روسی حملہ تیزی پر تھا۔ یوری نے اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ "اگرچہ اسکو روسی مشین گنوں اور توپوں کے خلاف ڈھال بنایا گیا تھا پھر بھی وہ چیچینی جنگ بازوں کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ محسوس کر رہا تھا کیونکہ اس نے چیچینی جنگ بازوں کو روسی فوجیوں سے زیادہ رحمدل پایا۔ بالآخر حملہ روسیوں نے کیا تھا۔" اس نے شکایت کی۔ (رپورٹ واشنگٹن پوسٹ نیوز سروس مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۵ء)

چیچینی صدر دودایو (DUDAYEY) نے بار بار کہا تھا کہ بالآخر وہ روسی شہروں کو حملے کا نشانہ بنانے کے لئے مجبور ہوں گے۔ روسی شہر BUDYONNOVSK پر چیچینیوں کا حملہ ایسا غیر متوقع اور شر ربار تھا جیسا کہ اوکلاہاما (OKLAHOMA) کا تباہ کن بم۔ چیچنیا کے اس حملے نے دو ہزار روسیوں کو شہر کے ایک اسپتال میں یرغمالی بنا کر روسی فوجوں کو ذلت آمیز شکست سے دو چار کر دیا اور نو گھنٹے کے ہنگامہ خیز مذاکرے، گفت و شنید کے بعد روسی فوجیوں کو چیچینی شرائط تقریباً بلا کم و کاست منظور کرنا پڑیں اور وہ چیچینی جاں بازوں نے سبھی یرغمالیوں کو رہا کر دیا۔ ان میں ۱۲ روسی صحافی ۴ اراکین پارلیمنٹ اور چھ ڈاکٹر صاحبان تھے جو آزاد ہوئے۔

عام طور پر یرغمالی باہر آکر روسی حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے اور چیچینی افواج کے برتاؤ اور عزم سے متاثر

آخر کار روسی وزیر اعظم VIKTUR CHERNO MYRDIN کو چیچینی کمانڈو SHAMIL BASSAYEU سے تبادلہ خیالات اور مذاکرہ کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اور انھوں نے ٹی وی پر ایک خاص نشریہ میں اعلان کیا کہ چیچنیا کا حملہ بند کیا جا رہا ہے ہم چیچنیا کے صدر BUDAYEU سے بات چیت کے لئے تیار ہیں اور چیچنیا افواج کو بلا مزاحمت واپس جانے دیا جائے گا۔ صدر یلسن کے برخلاف روسی وزیر اعظم کے اس فیصلے سے لوگ بہت خوش ہیں اور اسے کمزوری کے بجائے عقلمندی کا باہمت فیصلہ سمجھتے ہیں۔

چیچینی افواج روسی شہر سے اب فاتحانہ نکل رہی ہیں، ان کے سروں پر سبز پٹیاں بطور اسلامی نشان کے بندھی ہوتی ہیں۔ اس کمانڈو کا ہیرو SHAMIL BASSAYEV ہے۔

(رپورٹ نیویارک ٹائمس سروس ۲۰ جون ۱۹۹۵ء) (رجنڈ ٹائمس)

(بشکریہ ندائے ملت لکھنؤ جولائی ۱۹۹۵ء)

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی
حالات سے باخبر رکھنے کیلئے
تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب
دیجئے

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س :۔ وتر کی نماز کو رات کی آخری نماز کہا جاتا ہے اگر کسی نے عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھ لی اور وہ رات کو تہجد کے وقت اٹھ گیا تو کیا اس کو صرف تہجد پڑھنا چاہئے یا وتر دوبارہ پڑھنا چاہئیں۔

جواب :۔ اگر وتر پہلے پڑھ لیا ہے تو تہجد کے وقت دوبارہ وتر نہیں پڑھی جائیں گی۔ صرف تہجد کے نوافل پڑھیں گے۔

س :۔ ایک طالب علم نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو پچاس رکعتیں نوافل پڑھوں گا تو کیا ان نوافل کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے یا جب چاہے پڑھ سکتا ہے ؟

ج :۔ جب چاہیں ادا کرسکتے ہیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

س :۔ کیا وقت زوال قرآن مجید کی تلاوت کی جاسکتی ہے ؟

ج :۔ ہاں وقت زوال نماز اور سجدہ تلاوت تو منع ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے۔

س :۔ جب جماعت کھڑی ہوجاتی ہے تو بہت سے لوگ مسجد میں دوڑتے ہوئے جماعت میں شامل ہوتے ہیں کیا یہ درست ہے ؟

ج :۔ ایسا کرنا شرعاً ممنوع اور مکروہ ہے۔

س :۔ کیا زرد رنگ کے کپڑے میں کفن دیا جاسکتا ہے!

ج :۔ کفن سفید کپڑے کا شرعاً مطلوب اور مسنون ہے زرد رنگ کے کپڑے میں کفن دینا شرعاً مکروہ ہوگا۔ زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لہٰذا اس رنگ کا کفن دینا بھی مکروہ ہوگا۔

س :۔ کوئی بیٹھا ہو اور جنازہ گذر رہا ہو تو کیا کھڑا ہوجانا چاہئے ؟

ج :۔ کھڑا ہوجانا بہتر اور کارِ ثواب ہے۔

س :۔ عورت کی میت کو محرم کے علاوہ دوسرے لوگ کاندھا دے سکتے ہیں یا نہیں ؟

ج :۔ قبر میں تو صرف محرم مردوں ہی کو اتارنا چاہئے۔ لیکن کندھا دینے کی سب کو اجازت ہے۔

س :۔ کیا قبر میں چٹائی وغیرہ بچھا سکتے ہیں؟

ج :۔ قبر میں کوئی بھی چیز بچھانا شرعاً درست نہیں ہے۔

س :۔ جس گھر میں میت ہوجائے کیا پڑوسیوں کو انھیں کھانا کھلانا چاہئے ؟

ج :۔ میت کے گھر والوں کو ایک دن اور ایک رات کھانا کھلانا مستحب ہے۔

س :۔ کیا نماز جنازہ میں دعا پڑھنا فرض ہے؟

ج :۔ نماز جنازہ میں صرف چار تکبیریں فرض ہیں اور دعائیں سنت ہیں اگر کسی کو دعائیں یاد نہ ہوں اور صرف تکبیریں کہہ لیں تب بھی فرض ادا ہوجائیگا۔

س :۔ تنخواہ کی کتنی فیصد رقم زکوٰۃ میں دینا چاہئے؟

ج :۔ اگر بچت نصاب کے برابر پہونچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو ۲½ فیصد زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

س :۔ کیا کھڑے ہوکر استنجا کیا جاسکتا ہے؟

ج :۔ بلا عذر شرعی کھڑے ہوکر استنجا کرنا مکروہ ہے۔

س :۔ ایک شخص پینٹ پہن کر سروس کرتا ہے، جس کی وجہ سے ٹھیک سے بیٹھ نہیں سکتا، کیا ایسی صورت میں کھڑے ہوکر استنجا کرسکتا ہے ؟

ج :۔ یہ عذر شرعی نہیں ہے۔ پینٹ اتار کر کسی پردہ والے استنجا خانے میں بیٹھ کر استنجا کرے

س :۔ مردار کے چمڑے ہڈی اور سینگ وغیرہ کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟

ج :۔ مردار کے چمڑے کا دباغت دینے کے بعد کاروبار کرسکتے ہیں اور ہڈی اور سینگ وغیرہ نکال کر اس کا کاروبار کرسکتے ہیں۔

جامعہ رحمانیہ عالیپور کے مہتمم مولانا اشرف علی صاحب کار حادثہ میں شہید

۲۵ جون ۱۹۹۵ء کو جامعہ رحمانیہ (کھانبیہ) ضلع عالیپور کے مہتمم مولانا اشرف علی صاحب ایک کار حادثہ میں شہید ہوگئے۔ ان کے رفیق سفر حاجی محمد لطیف نے جائے وقوع پر ہی دم توڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ دم رخصت مولانا کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری تھا اور وہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان تھے۔ مولانا کی شہادت سے اہل مدرسہ اور متنظمین کو بہت قلق ہوا۔ وہ ہر وقت مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے طلباء کی تعلیم و تربیت پر بہت زیادہ توجہ دیتے، نیز مدرسہ کے تمام امور کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

مرحوم نہایت سادہ مزاج، عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار عالم دین تھے خوش اخلاقی اور خوش خوئی ان کی خاص صفت تھی جس کی وجہ سے عوام و خواص میں بہت قدر کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرکے جنت الفردوس میں جگہ دے، متعلقین کو صبر کی توفیق سے نوازے اور جامعہ رحمانیہ کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

غازی پور میں پیام انسانیت فورم کا جلسہ

غازی پور۔ گذشتہ اتوار کو یہاں ضلع کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ دینیہ کے احاطہ میں "پیام انسانیت فورم" کے اہتمام میں ایک یادگار جلسہ ہوا، جس کی صدارت پی۔جی کالج کے شعبہ انگلش کے صدر ڈاکٹر پی این سنگھ نے کی۔ مقررین میں خصوصیت کے ساتھ مولانا محمد خالد صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، ڈاکٹر سرجو تیواری پرنسپل ڈگری کالج، مشہور ہندی لیکھک شری رشی کیش، صدر ضلع کانگریس کمیٹی شری گنگا رائے گرنتھی گرودوارہ شری جگپال سنگھ جی، کیتھولک چرچ کے پادری فادر ریمن پرکاش اور پوجاری سنگھ ڈی جی سی کریمنل قابل ذکر ہیں۔ جلسہ کا اعلان ایسے وقت میں ہوا تھا جبکہ آسمان آگ برسا رہا تھا، لو اور تپش سے مخلوق تراہ تراہ کر رہی تھی اسپتالوں میں، اسٹیشنوں اور شاہراہوں پر لوگ دم توڑ رہے تھے۔ اندیشہ یہ تھا کہ اگر موسم کا یہی حال رہا تو جلسہ کو ملتوی کرنا پڑے گا مگر جلسہ سے ایک دن قبل اچانک موسم میں خوشگوار تبدیلی آئی، عین جلسہ کے دن صبح میں ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں اور بادل جو کئی دن سے آسمان پر تیر رہے تھے یکایک ٹوٹ کر برسنے لگے۔ اور جل تھل ہوگیا۔ بارش کا ہر قطرہ گویا کہ پیغام سنا رہا تھا کہ حالات کیسے ہی سخت ہوں انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ سے ہی مدد اور پناہ مانگنی چاہئے۔ وہی خشک کھیتوں کو سیراب کرنے والا ہے، وہی حالات کو بدلتا ہے، وہی قوموں کو عروج و زوال سے آشنا کرتا ہے۔

الحمدللہ جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق ہوا۔ اور کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ حاضرین کی تعداد اور ذوق و شوق کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ اس جلسہ کے متمنی و منتظر تھے اور ان کے ذہنوں میں اپریل ۱۹۹۴ء کے اس جلسہ کی یاد اب بھی تازہ تھی جس کو "پیام انسانیت فورم" کے بانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے خطاب فرمایا تھا۔

صدر جلسہ ڈاکٹر پی این سنگھ اور مہمان خصوصی مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے "پیام انسانیت" کے موضوع پر اپنے اپنے انداز میں مکمل اور مبسوط تقریر کی۔ مولانا ندوی نے بڑے مؤثر انداز میں قرآن و حدیث کے حوالوں سے اپنی بات پیش کی۔ پی۔ این سنگھ کھل کر فرقہ واریت کے خلاف بولے اور ہندو مسلم اتحاد کو ملک کی بقاء کے لیے ضروری بتایا۔ انھوں نے اپنی تقریر کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اقوال بھی پیش کئے۔ دوسرے مقررین نے بھی مختصر الفاظ میں اپنے خیالات پیش کئے۔ غرضکہ یہ جلسہ سامعین کی تعداد، دلچسپی، موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے ایک یادگار جلسہ بن گیا۔

ایک دینی مدرسہ کے ماحول میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کا ایسا مجمع جس میں علماء بھی تھے، وکلاء بھی تھے اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اس سے پہلے ایسا مجمع نہیں دیکھا گیا تھا۔ جلسہ میں سیاسی نعرے سننے گئے نہ کسی کی ہجو سننے میں آئی۔ نہ حکومت سے کچھ طلب کیا گیا۔ کسی فرقہ کو برا بھلا کہا گیا نہ کسی کی بیجا پاسداری کی گئی موضوع اور فکر اگر کچھ پیش کیا گیا تو وہ تھا انسانیت، ظاہر ہے اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ سب کے دل کی آواز تھی جو دل ہی سے نکلی تھی۔ سامعین کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جلسہ ختم ہونے بعد بھی لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کنوینر پیام انسانیت فورم عزیز الحسن صدیقی نے جوں ہی جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ مؤذن اذان کے کلمات دہرا رہا تھا، اور شرکاء جلسہ ایک دوسرے سے گلے مل کر رخصت ہو رہے تھے لوگوں کی زبان پر یہ الفاظ بھی تھے کہ اگر ایسے جلسے ہونے لگیں تو کوئی وجہ نہیں کہ نفرت کے بادل نہ چھٹ جائیں اور یہ ملک درندوں کا بھٹ نہیں انسانوں کا مسکن بن جائے (نامہ نگار)

نیورہ (بارہ بنکی) میں پیام انسانیت فورم کے زیر اہتمام جلسہ

باہمی میل و محبت اور انسانیت کے جذبہ کو فروغ دینے کے لئے کل ہند پیام انسانیت فورم کے زیر اہتمام ضلع بارہ بنکی کے ایک قصبہ نیورہ میں ۱۴ر جولائی کو ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں فورم کے کل ہند سطح کے ایک سرگرم رکن پروفیسر انیس احمد چشتی (پونہ) اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لائبریرین مولانا سید مرتضیٰ مظاہری اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے نواسے مولانا محمد اسحاق حسینی ندوی نے اس جلسہ میں شرکت فرماکر ہندو مسلم اتحاد اور باہمی میل و محبت پر زور دیا۔ مہمان خصوصی پروفیسر انیس احمد چشتی نے ہندوستان کے بارے میں

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

بقیہ: درس حدیث

کر دہ ہر آن و ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی و مطمئن رہے۔

● حدیث یہ بھی بتاتی ہے کہ اسباب و وسائل میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے لیکن اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیصلہ ہو اس پر مطمئن و راضی رہنا چاہیے۔

● حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میدان جہاد کی طرف نکلنے سے پہلے اپنے نفس کے ساتھ جہاد اکبر کرے کہ اس میں کہیں سے شیطان کا دخل نہ ہونے پائے، کہ اس کی خواہش و چاہت میں، شوق و رغبت میں اپنی ذاتی مصلحت، خاندان اور قوم و قبیلہ کے مفاد کا شیطانی وسوسہ شامل ہو، بس جو قدم بھی اٹھے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی نصرت کے لئے اٹھے۔

حدیث کے فقہی پہلو

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء و قدر پر ایمان رکھنا واجب ہے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر مخلوق کی تقدیریں لکھ دی ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس کو لکھنے کا حکم دیا: قلم نے پوچھا کیا لکھوں؟ اللہ رب العزت نے فرمایا قیامت تک جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کو لکھو، انسان کو جو کچھ اچھا یا برا پیش آتا ہے وہ اس سے بچ نہیں سکتا کہ پہلے سے طے شدہ ہے۔ اور جو چیز مقدر نہیں اچھی ہو یا بری وہ اس کو مل نہیں سکتی۔ [۵]

تقدیر اللہ تعالیٰ کے تابع ہے اس نے جو چاہا لوح محفوظ میں لکھ دیا، ماں کے پیٹ میں جب بچہ کو پیدا فرماتا ہے تو اس میں روح پھونکنے سے پہلے اس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم فرماتا ہے: اس کی روزی لکھ دو، اس کی موت لکھ دو، اس کا عمل لکھ دو، بدبخت یا خوش بخت لکھ دو۔ [۶]

اس میں قوی و ضعیف سب شامل ہیں قوی اور ضعیف کے اسی اشتباہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی اور یہ فرمایا کہ دونوں میں خیر ہے۔

جنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہونے والے اس حکم میں اور اس کی قدرت قاہرہ [۳] ... ایمان و یقین بھی شامل ہے کہ جو اللہ نے چاہا ... نہ چاہا وہ نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی بندۂ مومن کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو یہ ہو جاتا وہ ہو جاتا اس لئے کہ زمین و آسمان کے اندر کسی حرکت و سکون کا وجود اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا، اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر ہے جو وجود میں آگئی ہیں ان پر بھی اور جو ابھی وجود میں نہیں آئی ہیں ان پر بھی۔

لَوْ یعنی "اگر" کا لفظ اپنے معنی میں بولنے والے کی نیت و ارادہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کبھی وہ برے کام کی تمنا و آرزو کے لئے بولا جاتا ہے یہ بھی ناپسندیدہ ہے اور کبھی اچھی تمنا اور آرزو کے لئے بولا جاتا ہے یا علم نافع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تمنا کی یہ صورت پسندیدہ ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر میں اپنے کام میں لگ جاتا تو پھر نہ چھوڑتا' ایسے ہی پیش کنے والے معاملات جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا" [۵]

یا آپ کا ارشاد کہ: "اگر میں بغیر گواہ کے کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کر دیتا"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار ثور کا یہ قول کہ اگر کوئی شخص ان میں سے .... تو ہم کو دیکھ لیتا۔ (واللہ اعلم)

[۱] صحیح مسلم [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] بہجۃ قلوب الابرار
[۵] فتاوی ابن تیمیہ [۶] ایضاً۔

مدرسہ نور الاسلام نیپال اپنے ایک کامیاب استاد سے محروم

مدرسہ نور الاسلام جلپا پور نیپال جو نیپال میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی بڑی شاخ ہے اور علاقہ میں اہم خدمت انجام دے رہا ہے اور ندوی فضلاء پوری تندہی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اس مدرسہ کے ایک لائق اور سینیر استاذ مولوی واعظ الدین ندوی کا ایک عرصہ تک علالت کے بعد ۲۲ جولائی ۱۹۹۵ء کو ۵۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کے انتقال سے مدرسہ ایک مخلص منتظم اور ذی استعداد استاذ سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خلا کو پر فرمائے۔ قارئین کرام سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ادارۂ تعمیر حیات اہل مدرسہ اور مرحوم کے پس ماندگان کو دلی تعزیت پیش کرتا ہے اور صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

للہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شئ عندہ بمقدار۔

دُعائے مغفرت

● عطاء الرحمٰن متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء کے دادا جان محمد عدالت (مرحوم) ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بروز سنیچر کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون
قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● محمد اظہر دربھنگوی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء کی والدہ کا مختصر علالت کے بعد ۱۵ جولائی ۱۹۹۵ء کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔
قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● لندن یونیورسٹی کے مشرقی و افریقی مطالعات کے کالج میں شاہ فہد چیئر برائے دراسات اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا ہے اس کے لئے سعودی سفیر نے کالج کے ڈائرکٹر پروفیسر مائیکل کو ایک ملین پاونڈ اسٹرلنگ کا چیک پیش کیا۔ اس چیئر کے قیام کے سلسلہ میں سعودی سفیر نے کہا اس سے عرب اور اسلامی دنیا میں عربی اور اسلامی مطالعات کو وسعت و ترقی ملے گی۔ انھوں نے مزید کہا کہ علم کے فروغ کے لئے سعودی حکومت کی یہ مالی اعانت غیر ممالک میں اسلام اور اسلامی ثقافت کی ترقی و اشاعت میں اس کی دلچسپی کی آئینہ دار ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مملکت سعودی عرب نزول قرآن کی سرزمین کی حیثیت سے خادم حرمین شریفین کی سرپرستی میں اسلام کا صحیح رخ پیش کرنے میں قائدانہ کردار ادا کر رہی ہے۔

● بحر اوقیانوس کے ساحل پر وینزویلا اور برازیل کے درمیان گویانہ نام کی ایک ریاست واقع ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی ۱۵ فیصد کے قریب ہے' ریاست میں متعدد ایسی تنظیمیں ہیں جو تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں وہ عام مسلمانوں میں مذہب اسلام کے بارے میں بیداری پیدا کر رہی ہیں قرآن پاک کے تقریباً ۳۰ مختلف تراجم ریاست میں رائج ہیں اور ان کے علاوہ تفسیر قرآن، احادیث، فقہ اور سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔

● جاپان کے ساتھ کاروں کی تجارت میں امریکی کھوکھلی معیشت ظاہر ہو چکی ہے، امریکہ کا خسارہ ۱۹۹۴ء میں ریکارڈ حد تک ہو گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ۱۹۹۴ء میں امریکا اور جاپان کے درمیان کاروں کی تجارت کا خسارہ ۳۶۵ ارب ۸۰ کروڑ ڈالر ہو گیا جو ۱۹۹۳ء میں پہنچنے والے خسارہ سے ۱۰.۲ فیصد زیادہ ہے اس طرح جاپان کے ساتھ تجارتی اشیاء کے ضمن میں امریکا کا مجموعی خسارہ ۶۶ ارب ڈالر ہو گیا جو ۵۶ فیصد خسارہ کو ظاہر کرتا ہے۔

● چیچنیا میں روسی جارحیت کے بعد وہاں کے عوام کے اسلامی جذبہ میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اکانومسٹ نے اپنے حالیہ اشاعت میں اس صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ شدید مصائب و مشکلات میں عوام کی مذہب کی جانب رغبت میں اضافہ ہوا ہے اور شہر میں آبادی کم ہو جانے کے باوجود مسجدوں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ چیچن امام نے عوام کی مذہب کی جانب بڑھتی ہوئی عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب جامع مسجد میں ہر جمعہ کو سیکڑوں نمازی نظر آنے لگے ہیں اور اسلامی مدرسوں کے طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

● بوسنیا میں اس وقت جو صورت حال ہے اس سلسلہ میں دو بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں پہلی لندن میں ہوئی اور ۱۶ ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی جن میں زیادہ تعداد مغربی ممالک کی تھی، لندن کانفرنس میں سرب جارحیت کے خلاف بڑے تند و تیز خیالات کا اظہار کیا گیا اور صرف وارننگ پر اکتفا کیا گیا۔

جبکہ دوسری کانفرنس جنیوا میں اسلامی کانفرنس کا رابطہ گروپ زیادہ موثر فیصلہ کر کے ملتوی ہوا اس گروپ نے ایک جامع قرارداد میں بوسنیا کی صورت حال پر عالم اسلام کا نقطۂ نظر بیان کیا۔ اور مغربی طاقتوں کے تذبذب پر سخت تنقید کی مسلمان ملکوں کے رابطہ گروپ نے یہ واضح کیا کہ وہ بوسنیا پر عائد ہتھیاروں کی پابندی کو غیر قانونی سمجھتے ہیں اور اگر اقوام متحدہ اپنی افواج وہاں سے واپس بلائی تو مسلمان ملکوں کی افواج نہ صرف وہاں مقیم رہیں گی بلکہ انھیں پہلے سے زیادہ موثر طور پر مسلح کیا جائے گا۔ فی الحقیقت اس وقت مغربی دنیا اقوام متحدہ اور عالم اسلام تینوں ایک زبردست آزمائش سے دوچار ہیں اور انھوں نے اس جارحیت اور مظالم کو روکنے کے لئے موثر کردار ادا نہ کیا تو عالمی رائے عامہ یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوگی کہ تمدن اور تہذیب کے تمام دعووں کے باوجود اس وقت جنگل کا قانون رائج ہے اور حق و انصاف کی سربلندی کے لئے کوئی بھی موثر اقدام کرنے کو تیار نہیں۔ (جنگ کراچی۔ ۲۴ جولائی ۱۹۹۵ء)

شاس کیمسٹ
گلی ڈاہ دواہ
(ہر مرض کی دوا ہے)
ہندوستان کی معیاری کمپنیوں کی تیار کردہ، انگریزی دواؤں کی معیاری دوکان
ایک بار خدمت کا موقع دیں
اور
مناسب قیمت پر دوا حاصل کریں
SHAS CHEMIST
SULTAN STREET
BHATKAL — N. K.
PIN — 581320
Ph. — 6928

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مثالی مدرسہ

رحمت عالم کی عظیم شخصیت کا اثر اسی عہد تک موقوف نہ تھا، جس میں آپؐ مبعوث ہوئے تھے اور نہ اس معاشرہ تک محدود تھا، جس نے آپؐ کا مبارک زمانہ پایا اور آپؐ کی صحبت سے استفادہ کیا تھا، وہ تو اس نیّر اعظم کی طرح تھا، جس کی روشنی وگرمی میں کھیتیاں اور پھل ہر زمانے اور ہر جگہ میں پکتے ہیں، اور جو اپنی بلندی سے اپنی حسین، سنہری، اور قوت وحیات سے بھری ہوئی کرنیں دنیا کی طرف بھیجتا رہتا ہے، جن سے ہر دور ونزدیک کی چیز مستفید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کے لئے آپؐ کی دعوت، اللہ کی نگرانی کا استحضار، اس کے غیظ وغضب کا خوف، اس کے اجر وثواب کی طمع، جہنم کا ڈر اور جنت کا شوق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متاع دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طلب، زندگی میں سادگی، لوگوں کو اپنے اور اپنی آل اولاد پر ترجیح، بیگانہ کے ساتھ ایثار اور خویش واقارب پر اس کو مقدم رکھنا اور قریبی اعزا کو جہاد ومشقت اور قربانی کے موقعوں پر آگے بڑھانا، مکارم اخلاق اور ایسے نازک ولطیف احساسات کو فروغ دینا۔ یہ سب چیزیں ایک عالمگیر، ابدی اور ہمہ گیر مدرسہ کی طرح تھیں جس سے یکے بعد دیگرے نئی نسلیں فیض یاب ہوتی رہیں، اور علما وقائدین، بادشاہ اور حکام، عابد وزاہد اس سے مستفید ہو کر نکلتے رہے، سب نے اسی مثالی مدرسہ میں اخلاق وانسانیت [illegible] اور پھر سب پر فائق ہو گئے، اور اپنے اخلاق فاضلہ کی بلندی [illegible] عیش وطرب کا سامان خزانوں کی کنجیاں، حکومتوں کی باگ ڈور اور قوموں کا مستقبل اپنے ہاتھ [illegible] کے باوجود زہد وکثرت عبادت میں تمام قوموں سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس نبوی تاثیر سے فیض یاب ہونے والوں میں زمان ومکان [illegible] فاصلے ہیں لیکن وہ [illegible] ایمان کی کھیتی، نبوت کی فصل، دعوت اسلامی کا ثمر [illegible] رسالت محمدیہ کا [illegible] ان کی سیرت واخلاق [illegible] کچھ حسن نظر آتا ہے، وہ نبوت محمدی کی جلوہ [illegible] کا پرتو ہے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

[illegible]

فی شمارہ ۵.۵۰ روپے Rs. 5/=

سالانہ سو روپے

۲۵ اگست ۱۹۹۵ء

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ واعلیٰ قسم کے روغنیات وعرق کیوڑہ، عرق گلاب ودیگر عطریات کی ـــــ

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK-LUCKNOW

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط وکتابت کا پتہ

فون: 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید ودلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبد الرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۷۹۱۰ — 267910

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور

کیپ سول پر (IC) مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا

پتہ دیکھ کر خریدیں

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

چشمہ گھر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrecto Meter AR-860

چشمہ سے متعلق تمام چیزیں دستیاب ہیں

ایک بار خدمت کا موقع دیں

اے۔ رحمٰن (علیگ)

چشمہ گھر، محلہ مہاجنی ٹولہ پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ۔ فون: ۲۷۶۳۰۵ - 768482

Printed by : Azad Printing Press Ph : 234685, 248051